يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء 59)

قرآن وحدیث

شریعت کے دو اہم ماخذ

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا االرَّسُوْلَ وَاُوْلِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ النساء، ۵۹)

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

قرآن وحدیث ۔ شریعت کے دو اہم ماخذ

Quran & Hadith
Main Sources of Islamic Ideology

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب: قرآن وحدیث۔شریعت کے دو اہم ماخذ

مصنف: ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

پہلا ایڈیشن: مارچ ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپاسرائے، سنبھل، یوپی، ہندوستان

Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society, Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپاسرائے، سنبھل، مرادآباد، یوپی، 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم ِوَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (**Deen-e-Islam**) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (**Hajj-e-Mabroor**) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تاییدی خطوط تحریر فرما کر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تاییدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔
ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔
اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔ اس کتاب (قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ) میں ذکر کیا گیا کہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی ہے کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آئے گا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تائید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنرز اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرار الحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔
محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........

Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پران کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

15, South Avenue, New Delhi-110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگرچہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہورہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سادینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لارہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم.پی.لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs
Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دو پتلیوں میں سما گئی ہیں۔اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنا دیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جارہا ہے۔گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کر دیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہو گیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے ،انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل و ذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جواز ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں،انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کر کے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جا رہے ہیں۔مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دو سو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جارہا ہے۔مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اختر الواسع

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली–110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلام عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

نزول وحفاظت قرآن کریم

قرآن: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم الشان کلام ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے خالق کائنات نے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ قرآن کریم میں موجود ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت ۹) یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے نافذ العمل رہے گی، برخلاف پہلی آسمانی کتابوں کے کہ وہ خاص قوموں اور خاص زمانوں کے لئے تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی کوئی ضمانت نہیں دی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔

وحی: قرآن کریم چونکہ حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اس لئے سب سے پہلے مختصراً وحی کو سمجھیں۔ وحی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ یا بلا واسطہ اپنے انبیاء پر القاء فرماتا ہے، جس کے ذریعہ خالق کائنات انسان کو دنیاوی زندگی گزارنے کا طریقہ بتلاتا ہے تاکہ لوگ اس کے بتلائے ہوئے طریقہ پر دنیاوی زندگی گزار کر جہنم سے بچ کر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں داخل ہو جائیں۔

انسان تین ذرائع میں سے کسی ایک ذریعہ سے علم حاصل کرتا ہے۔ایک انسان کے حواس یعنی آنکھ،کان،منہ اور ہاتھ پاؤں،دوسرا ذریعہ عقل اور تیسرا ذریعہ وحی ہے۔انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں،جبکہ بہت سی عقل کے ذریعہ اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں ان کا علم وحی کے ذریعہ عطا کیا جاتا ہے۔حواس اور عقل کے ذریعہ حاصل شدہ علم میں غلطی کے امکان ہوتے ہیں لیکن وحی کے ذریعہ حاصل شدہ علم میں غلطی کے امکان بالکل نہیں ہوتے کیونکہ یہ علم خالق کائنات کی جانب سے انبیاء کے ذریعہ انسانوں کو پہنچتا ہے۔غرض وحی انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے جو اسے اسکی زندگی سے متعلق ان سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل وحواس کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے۔یعنی صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کی ہدایت کے لئے وحیُ الٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔چونکہ وحی عقل اور مشاہدہ سے بڑھ کر علم ہے لہذا ضروری نہیں کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہو سکے۔

نزول وحی کے چند طریقے:

حضور اکرم ﷺ پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی۔

۱) گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی اور آواز نے جو کچھ کہا ہوتا وہ حضور اکرم ﷺ کو یاد ہو جاتا۔ جب اس طریقہ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔

۲) فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ کو پہنچا دیتا۔ ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی

صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں تشریف لاتے تھے، آپ ﷺ کی عمر میں صرف تین مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ ایک نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں، دوسری بار خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان کی اصل صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی اور تیسری مرتبہ معراج کے موقع پر۔

۴) بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم ﷺ کی ہم کلامی ہوئی۔ یہ صرف ایک بار معراج کے موقع پر ہوا۔ نماز کی فرضیت اسی موقع پر ہوئی۔

۵) حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے آئے بغیر آپ ﷺ کے قلب مبارک پر کوئی بات القاء فرما دیتے تھے۔

تاریخ نزول قرآن:

ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔

پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ پر نازل فرمائیں:
يَا اَيُّهَا الْمُدَثِّرُ . قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ. اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔
اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔ قرآن کریم کا سب سے چھوٹا حصہ جو مستقلاً نازل ہوا ہے وہ "غَيْرِ اُولِي الضَّرَرِ " (النساء ۹۵) ہے جو ایک طویل آیت کا ٹکڑا ہے۔ دوسری طرف پوری سورۃ الانعام ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔

قرآن کریم کے تدریجی نزول کا مقصد:

دیگر آسمانی کتابوں کے برخلاف قرآن کریم کو ایک دفعہ نازل کرنے کے بجائے تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا۔ اس کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مشرکین مکہ کے سوال کے جواب میں ان الفاظ میں بتائی ہے:
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً، كَذٰلِكَ، لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلاً. وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْراً. (سورۃ الفرقان ۳۲،۳۳) اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر سارا قرآن ایک ہی

دفعہ میں کیوں نازل نہیں کردیا گیا؟ (اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمہارا دل مضبوط رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے۔ اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں (اس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کر دیتے ہیں۔

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں قرآن کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے:

۱) حضور اکرم ﷺ اُمی تھے، اس لئے اگر سارا قرآن ایک مرتبہ نازل ہو گیا ہوتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہوتا۔

۲) اگر پورا قرآن ایک دفعہ میں نازل ہو جاتا تو تمام احکام کی پابندی فوراً لازم ہو جاتی اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہوتا جو شریعت محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

۳) حضور اکرم ﷺ کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآن کریم لے کر آنا، ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنا دیتا تھا اور آپ کی تقویتِ قلب کا سبب بنتا تھا۔

۴) قرآن کریم کا ایک حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف واقعات سے متعلق ہے۔ اس لئے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے یا وہ واقعات پیش آئے۔

مکی ومدنی آیات وسورۃ:

ہجرت مدینہ منورہ سے قبل تقریباً ۱۳سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مکی اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تقریباً ۱۰سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔ کسی سورۃ کے مدنی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سورۃ کی ہر ہر آیت مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئی ہو بلکہ اکثر آیتوں کے نزول کے اعتبار سے سورۃ کو مکی یا مدنی کہا گیا ہے۔

تاریخ حفاظت قرآن:

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا۔ چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تا کہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ چنانچہ ہر سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور فرمایا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے دوبار قرآن کریم کا دور فرمایا۔ پھر آپ ﷺ صحابۂ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس

کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔خود صحابہؑ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابہؑ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کر لیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابتؓ، خلفاء راشدین، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت معاویہؓ کے نام خاص طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں حفاظت قرآن:

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر

صدیقؓ کوقرآن کریم کوایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ ابتداء میں اس کام کے لئے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لئے تیار ہوگئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس اہم وعظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔ اس طرح قرآن کریم کوایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہوگیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ خود کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے،اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے،مگرانہوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جوآیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس محفوظ تھیں،حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں یکجا فرمایا تا کہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کردیا گیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے عهد خلافت میں حفاظت قرآن:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دودراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ وتابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی ۔صحابۂ کرام نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے

مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرأتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قرأتوں کو غلط سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قرأتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلّف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحیفہ سے نقل کر کے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اور ان کو مختلف جگہوں پر ارسال کر دیا گیا تا کہ اسی کے مطابق نسخے تیار کر کے تقسیم کر دئے جائیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔ بعد میں لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے وحرکات (یعنی زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لئے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہتمام سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا بنائے، اس کو سمجھ کر پڑھنے والا بنائے، اس کے احکام ومسائل پر عمل کرنے والا بنائے اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہونچانے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

قرآن فهمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن نہیں

قرآن: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم الشان کلام ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے خالق کائنات نے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا تا کہ آپ ﷺ اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ لوگوں کے سامنے اس کے احکام ومسائل بیان فرمادیں۔

حدیث: حدیث اُس کلام کو کہا جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا کسی صحابی کے عمل پر آپ ﷺ کے سکوت یا آپ ﷺ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہو۔

حضور اکرم ﷺ قرآن کریم کے مفسّر اوّل:

قرآن وحدیث کی تعریف سے ہی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جس ذات عالی پر قرآن کریم نازل ہوا اس کے اقوال وافعال کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، جن میں سے دو آیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری ہے تا کہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غوروفکر کریں۔

☆ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوا فِیْہِ (سورۃ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ پر اس لئے اتاری ہے تا کہ آپ ﷺ ان کے لئے ہر

اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ آپ ﷺ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ قرآن کریم کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی۔ صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے ذخیرہ سے قرآن کریم کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر انتہائی قابل اعتماد ذرائع سے امت مسلمہ کو پہونچی ہے، لہذا قرآن فہمی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

اللّٰہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت بھی ضروری:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کہیں فرمایا: ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾، کہیں فرمایا: ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ﴾، کسی جگہ ارشاد ہے: ﴿اطیعوا اللہ والرسول﴾ اور کسی آیت میں ارشاد ہے: ﴿اطیعوا الرسول﴾۔ ان سب جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ فرمانِ الٰہی کی تعمیل کرو اور ارشاد نبوی ﷺ کی اطاعت کرو۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، اگر ان پر ہم شک وشبہ کریں تو گویا ہم قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

سورۃ النساء آیت ۸۰ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

سورۃ آل عمران آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کو حب الٰہی کا معیار قرار دیا یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اے نبی! لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر دائمی جنت نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر دائمی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

(سورۃ النساء ۱۳۔۱۴) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اسکی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔۔۔۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَاباً اَلِيْماً (سورۃ الفتح ۱۷) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل یعنی حدیث نبوی کو نمونہ بنا کر ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً (سورۃ الاحزاب ۲۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی کے احوال جو احادیث کے ذخیرہ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہیں کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے تاکہ ہم اپنی زندگیاں اسی نمونہ کے مطابق گزاریں۔

اطاعت رسول ﷺ کی فرضیت خود نبی اکرم ﷺ کے اقوال سے:

سارے انبیاء کے سردار وآخری نبی حضور اکرم ﷺ نے بھی قرآن کریم کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے، حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال سے واقفیت کے بغیر اطاعت رسول ممکن ہی نہیں ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال حدیث کے ذخیرہ ہی میں تو ہیں۔ حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں اطاعت رسول کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات تواتر کے ساتھ موجود ہیں، ان میں سے صرف تین احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے باز آ جاؤ اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کی تعمیل کرو۔ (بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دخولِ جنت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (دخول جنت سے) انکار کیا۔ (بخاری ومسلم)

رسول ﷺ کی اطاعت کی فرضیت پر اجماع امت:

حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد صحابۂ کرام کے عمل سے امت مسلمہ نے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کے فرض ہونے پر اجماع کیا ہے کیونکہ صحابۂ کرام کسی بھی مسئلہ کا حل پہلے قرآن کریم میں تلاش کیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ کی سنت میں۔ اسی وجہ سے جمہور علماء کرام نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں:

(۱) وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن کریم، جس کا ایک ایک حرف کلام الٰہی ہے۔

(۲) وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے، یعنی حدیث رسول ﷺ، جس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں، البتہ بات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

جیسا کہ سورۃ النجم کی ابتدائی آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹ سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اے ہمارے رب! اِن میں اِنہیں میں سے رسول بھیج جو اِن کے پاس تیری آیتیں پڑھے، اِنہیں کتاب وحکمت سکھائے اور اِن کو پاکیزہ بنائے۔ یہاں کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد حدیث ہے۔

قرآن کریم میں مجمل احکام:

قرآن کریم میں عموماً احکام کی تفصیل مذکور نہیں ہے، حتی کہ اسلام کے بنیادی ارکان نماز،

روزہ، زکاۃ اور حج کے احکام بھی قرآن کریم میں تفصیل کے ساتھ مذکور نہیں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے اقوال واعمال سے ان مجمل احکام کی تفصیل بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی لئے نبی ورسل بھیجتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے اقوال واعمال سے امتیوں کے لئے بیان کریں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر نماز پڑھنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن نماز کی تفصیل قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے کہ ایک دن میں کتنی نمازیں ادا کرنی ہیں؟ قیام یا رکوع یا سجدہ کیسے کیا جائے گا اور کب کیا جائے گا؟ اور اس میں کیا پڑھا جائے گا؟ ایک وقت میں کتنی رکعت ادا کرنی ہیں؟ اسی طرح قرآن کریم میں زکاۃ کی ادائیگی کا تو حکم ہے لیکن تفصیلات مذکور نہیں ہیں کہ زکاۃ کی ادائیگی روزانہ کرنی ہے یا سال بھر میں یا پانچ سال میں یا زندگی میں ایک مرتبہ؟ پھر یہ زکاۃ کس حساب سے دی جائے گی؟ کس مال پر زکاۃ واجب ہے اور اس کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ غرضیکہ اگر حدیث نبوی کو قرآن کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر ماننے سے انکار کریں تو قرآن کریم کی وہ سینکڑوں آیات جن میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکاۃ اور حج کی ادائیگی کا حکم ہے، وہ سب نعوذ باللہ بے معنی ہوجائیں گی۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ المائدہ ۳۸) میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹیں یا ایک ہاتھ؟ اور اگر ایک ہاتھ کاٹیں تو داہنا کاٹیں یا بایاں؟ پھر اسے کاٹیں تو کہاں سے؟ بغل سے؟ یا کہنی سے؟ یا کلائی سے؟ یا ان کے بیچ میں کسی جگہ سے؟ پھر کتنے مال کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت حدیث میں ہی ملتی ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم

کوحدیث کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ الجمعہ) میں ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ واور خرید وفروخت چھوڑ دو۔سوال یہ ہے کہ جمعہ کا دن کونسا ہے؟ یہ اذان کب دی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں؟ جمعہ کی نماز کب ادا کی جائے؟ اس کو کیسے پڑھیں؟ خرید وفروخت کی کیا کیا شرائط ہیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت احادیث میں ہی مذکور ہے۔

نزول قرآن کی کیفیت کا بیان، مختلف سورتوں وآیات کے پڑھنے کی خاص فضیلت کا ذکر، آیات کا شان نزول، قرآن کریم میں مذکور انبیاء اوران کی امتوں کے واقعات کی تفصیل، ناسخ ومنسوخ کی تعیین، اسی طرح حفاظت قرآن کے مراحل کا بیان احادیث میں ہی تو ہے لہٰذا احدیث کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟

ایک وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا ہے، مگر یہ تدبر وتفکر مفسر اول حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔لیکن کچھ حضرات قرآن کریم کی تفسیر میں نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات کو ضعیف قرار دے کر اپنی رائے تھوپنا شروع کردیتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔ یقیناً ہمیں قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ

کتاب ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے نیز نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم کے احکام کھول کھول کر بیان فرمادئے ہیں، لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ جن مسائل میں بھی نبی اکرم ﷺ کے اقوال یا اعمال سے رہنمائی مل سکتی ہے خواہ حدیث کی سند میں تھوڑا ضعف بھی ہو، ان مسائل میں اپنے اجتہاد وقیاس اور اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کے مطابق ہی عمل کریں۔ نئے نئے مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تدبر وتفکر اور حدیث نبوی کے ذخیرہ میں غوطہ اندوزی ضرور کریں مگر قرآن وحدیث کو بالائے طاق رکھ کر نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات قرآن کریم کی چند آیات مثلاً ﴿تِبْیَاناً لِکُلِّ شَیْءٍ ۔سورۃ النحل ۸۹﴾ اور ﴿تَفْصِیْلاً لِکُلِّ شَیْءٍ ۔سورۃ الانعام ۱۵۴﴾ سے غلط مفہوم لے کر یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہر مسئلہ کا حل ہے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حدیث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث رسول ﷺ بھی قرآن کریم کی طرح شریعتِ اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں متعدد مقامات پر مکمل وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز قرآن کریم میں یہ کہاں ہے کہ جو قرآن میں ہو بس اسی پر عمل کرنا لازم ہے، بلکہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سینکڑوں آیات ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾، ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ﴾، ﴿اطیعوا اللہ والرسول﴾ ﴿اطیعوا الرسول﴾ میں رسول اکرم کی ﷺ اطاعت کا حکم دیا ہے، بلکہ رسول

اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ اگر قرآن کریم ہی ہمارے لئے کافی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم کیوں دیا ہے؟

دوسرے شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات سند حدیث کی بنیاد پر ہوئی احادیث کی اقسام یا راویوں کو ثقہ قرار دینے میں محدثین وفقہاء کے اختلاف کی وجہ سے حدیث رسول ﷺ کو ہی شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے تمام عرب وعجم کی رہنمائی کے لئے اپنے آخری رسول حضور اکرم ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی ہے، اس کے معانی ومفاہیم جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی کل قیامت تک محفوظ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ اس کے معنی ومفہوم کی حفاظت بھی مطلوب ہے ورنہ نزول قرآن کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

قرآن کریم اور ہم

قرآن کیا ہے؟

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انس وجن کی رہنمائی کے لئے آخری نبی حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔ اور وہ لوح محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریر ہیں اور وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں، اس لئے اس کو لوح محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت وحجم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔

قرآن قرأ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں پڑھی جانے والی کتاب۔ واقعی دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے، جس کی بغیر سمجھے بھی لاکھوں لوگ ہر وقت تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر اپنے پاک کلام کے لئے قرآن کا لفظ استعمال کیا ہے: اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ (الواقعہ۷۷) اسی طرح فرمایا: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ (البروج۲۱)

قرآن کریم عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ یوسف آیت۲) ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے

نازل فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ آیت۲) ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ (آل عمران آیت ۱۳۸)

فضائل قرآن:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر جس کو خوب یاد ہو، خوب پڑھتا ہو ان کا حشر فرشتوں کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ (بخاری، ابوداود)
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔ (مسلم)
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو تو کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جو خود اس پر عمل پیرا ہو۔ (رواہ احمد، ابوداود)

فہم قرآن:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا ہے، مگر یہ تدبر وتفکر مفسر اول حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ارشاد فرمایا ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ

يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری ہے تا کہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ ﷺ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غوروفکر کریں۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ اخْتَلَفُوا فِيْهِ (سورۃ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ پر اس لئے اتاری ہے تا کہ آپ ﷺ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ آپ ﷺ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ قرآن کریم کے احکام ومسائل بیان کرنے کی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی۔ صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے ذخیرہ سے قرآن کریم کی پہلی اہم اور بنیادی تفسیر انتہائی قابل اعتماد ذرائع سے امت مسلمہ کو پہونچی ہے، لہذا قرآن فہمی حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

مضامین قرآن:

علماء کرام نے قرآن کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں، تفصیلات سے قطع نظر ان مضامین کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے:

۱) عقائد۔ ۲) احکام۔ ۳) قصص قرآن کریم میں عمومی طور پر صرف اصول ذکر کئے گئے ہیں لہٰذا عقائد واحکام کی تفصیل احادیث نبویہ میں ہی ملتی ہے، یعنی قرآن کریم کے

مضامین کو ہم احادیث نبویہ کے بغیر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

۱) عقائد: توحید، رسالت، آخرت وغیرہ کے مضامین اسی کے تحت آتے ہیں۔عقائد پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے اوران بنیادی عقائد کو مختلف الفاظ سے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ان کے علاوہ فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جزاوسزا، جنت ودوزخ، عذاب قبر، ثواب قبر، قیامت کی تفصیلات وغیرہ بھی مختلف عقیدوں پر قرآن کریم میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲) احکام: اس کے تحت مندرجہ ذیل احکام اوران سے متعلق مسائل آتے ہیں:

عبادتی احکام: نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کے احکام ومسائل۔قرآن کریم میں سب زیادہ تاکید نماز پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہے۔قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی کے حکم کے ساتھ ہی عموماً زکاۃ کی ادائیگی کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔

معاشرتی احکام: مثلاً حقوق العباد کی ساری تفصیلات۔

معاشی احکام: خرید وفروخت، حلال اور حرام اور مال کمانے اور خرچ کرنے کے مسائل۔

اخلاقی وسماجی احکام: انفرادی اوراجتماعی زندگی سے متعلق احکام ومسائل۔

سیاسی احکام: حکومت اور رعایا کے حقوق سے متعلق احکام ومسائل۔

عدالتی احکام: حدود وتعزیرات کے احکام ومسائل۔

۳) قصص: گزشتہ انبیاء کرام اوران کی امتوں کے واقعات کی تفصیلات۔

قرآن اور هم:

یہ کتاب مقدس حضور پاک ﷺ کے زمانہ سے لے کر رہتی دنیا تک مشعل راہ بنی رہے گی

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنا جامع اور مانع بنایا ہے کہ ایمانیات، عبادات، معاملات، سماجیات، معاشیات واقتصادیات کے اصول قرآن کریم میں مذکور ہیں، ہاں ان کی تفصیلات احادیث نبویہ میں موجود ہیں۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا تعلق اس کتاب سے روز بروز منقطع ہوتا جارہا ہے۔ یہ کتاب ہماری مسجدوں اور گھروں میں جزدانوں میں قید ہوکر رہ گئی ہے، نہ تلاوت ہے نہ تدبر ہے اور نہ ہی اس کے احکام پر عمل، آج کا مسلمان دنیا کی دوڑ میں اس طرح گم ہوگیا ہے کہ قرآن کریم کے احکام ومسائل کو سمجھنا تو درکنار اس کی تلاوت کے لئے بھی وقت نہیں ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے مسلمانوں کے حال پر رونا روتے ہوئے اسلاف سے اس وقت کے مسلمان کا مقارنہ ان الفاظ میں کیا تھا:

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر　　　اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

آج ہم اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے بارے میں سوچتے ہیں، انہیں عصری علوم کی تعلیم دینے پر اپنی تمام محنت وتوجہ صرف کرتے ہیں اور ہماری نظر صرف اور صرف اس عارضی دنیا اور اس کی آرام وآسائش پر ہوتی ہے اور اُس ابدی ولافانی دنیا کے لئے کوئی خاص جدوجہد نہیں کرتے، الا ماشاء اللہ۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا اور اپنے بچوں کا تعلق وشغف قرآن وحدیث سے جوڑیں، اس کی تلاوت کا اہتمام کریں، علماء کی سرپرستی میں قرآن وحدیث کے احکام سمجھ کر ان پر عمل کریں اور اس بات کی کوشش وفکر کریں کہ ہمارے ساتھ، ہمارے بچے، گھر والے، پڑوسی، دوست واحباب ومتعلقین بھی حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے طریقہ پر زندگی گزارنے والے بن جائیں۔

آج عصری تعلیم کواس قدر فوقیت واہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اورلڑکیوں کوقرآن کریم ناظرہ کی بھی تعلیم نہیں دی جارہی ہے کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لئے ہرطرح کی جان ومال اوروقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام کو سیکھنے میں ہمیں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ غورفرمائیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے ہماری رہنمائی کے لئے نازل فرمایا ہے اوراس کے پڑھنے پراللہ تعالیٰ نے بڑااجر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اورقرآن کریم کوسمجھ کر پڑھنے والا اور قرآن وحدیث کےاحکام پرعمل کرنے والا بنائے،آمین۔

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

قرآن کے نزول کا مقصد؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی اس کتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرۃ آیت ۲) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے (اللہ سے) ڈرر کھنے والوں کے لئے۔

قرآن کریم کس طرح اور کب نازل ہوا؟

ماہ رمضان کی ایک بابرکت رات لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا (زمین سے قریب والا آسمان) پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کا تدریجی نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں غارِ حرا میں اتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے۔ اس پہلی وحی کے نزول کے بعد تین سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا۔ تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آپ ﷺ کے پاس آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی چند آیات آپ ﷺ

پرنازل فرمائیں: یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَاَنْذِرْ. وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ. وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ. والرُّجْزَ فَاھْجُرْ. اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ اٹھواور لوگوں کوخبر دار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی سے کنارہ کرلو۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی وفات تک وحی کے نزول کا تدریجی سلسلہ جاری رہا۔ غرض تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن کریم مکمل نازل ہوا۔

قرآن کریم کس طرح ہمارے پاس پہنچا؟

قرآن کریم ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے مختلف آیات نازل ہوتی رہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا، چنانچہ خود حضور اکرم ﷺ الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہوجائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ پہلے حافظ قرآن ہیں۔ پھر آپ ﷺ صحابۂ کرام کو قرآن کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ خود صحابۂ کرام کو قرآن کریم یاد کرنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ چنانچہ ہمیشہ صحابۂ کرام میں ایک اچھی خاصی جماعت ایسی رہتی جو نازل شدہ قرآن کی آیات کو یاد کرلیتی اور راتوں کو نماز میں اسے دہراتی تھی۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے حفظ قرآن پر زور دیا گیا اور اُس وقت کے لحاظ سے یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابل اعتماد تھا۔

قرآن کریم کی حفاظت کے لئے حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا چنانچہ نزول وحی کے بعد آپ کاتبین وحی کو لکھوادیا کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرماتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔اس زمانہ میں کاغذ دستیاب نہیں تھا اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانور کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابت،خلفاء راشدین،حضرت ابی بن کعب،حضرت زبیر بن عوام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام خاص طور پر ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جتنے قرآن کریم کے نسخے لکھے گئے تھے وہ عموماً متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب جنگ یمامہ کے دوران حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ایک جگہ جمع کروانے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ابتداء میں اس کام کے لئے تیار نہیں تھے لیکن شرح صدر کے بعد وہ بھی اس عظیم کام کے لئے تیار ہو گئے اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس اہم وعظیم عمل کا ذمہ دار بنایا۔اس طرح قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا اہم کام شروع ہو گیا۔ حضرت زید بن ثابت خود کاتب وحی ہونے کے ساتھ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔وہ اپنی یادداشت سے بھی پورا قرآن لکھ سکتے تھے،اُن کے علاوہ اُس وقت سینکڑوں حفاظ قرآن موجود تھے،مگر انھوں نے احتیاط کے پیش نظر صرف ایک طریقہ پر بس نہیں کیا بلکہ ان تمام

ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اُس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفے میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے قرآن کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابۂ کرام کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زید بن ثابت نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان ہی سے نقل کیا جائے۔ اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر دور دراز عجمی علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ ان صحابہ وتابعین سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ صحابۂ کرام نے قرآن کریم حضور اکرم ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا تھا۔ اس طرح قرأتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ لوگوں نے اپنی قراءت کو حق اور دوسری قرأتوں کو غلط سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اجازت ہے کہ مختلف قرأتوں میں قرآن کریم پڑھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اُن کے پاس (حضرت ابوبکر صدیق کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک کمیٹی تشکیل دے کر ان کو مکلّف کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے صحیفہ سے نقل کر کے قرآن کریم کے چند ایسے نسخے تیار کریں جن میں

سورتیں بھی مرتب ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے چند نسخے تیار ہوئے اوران کو مختلف جگہوں پر ارسال کردیا گیا تاکہ اسی کے مطابق نسخے تیار کر کے تقسیم کردئے جائیں۔ اس طرح امت مسلمہ میں اختلاف باقی نہ رہا اور پوری امت مسلمہ اسی نسخہ کے مطابق قرآن کریم پڑھنے لگی۔ بعد میں لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے وحرکات (یعنی زبر، زیر اور پیش) بھی لگائے گئے، نیز بچوں کو پڑھانے کی سہولت کے مدنظر قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ نماز میں تلاوت قرآن کی سہولت کے لئے رکوع کی ترتیب بھی رکھی گئی۔

قرآن کریم کا ہمارے اوپر کیا حق ہے؟

۱) **تلاوت قرآن:** احادیث میں تلاوت قرآن کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرَفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرَفٌ وَلَامٌ حَرَفٌ وَمِيْمٌ حَرَفٌ جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ "ا" ایک حرف ہے، "ل" ایک حرف ہے اور "م" ایک حرف ہے۔ (ترمذی)

۲) **حفظ قرآن:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔ (صحیح مسلم)

۳) قرآن فہمی: چونکہ قرآن کریم کے نزول کا اہم مقصد بنی نوع انسان کی ہدایت ہے اور اگر سمجھے بغیر قرآن پڑھا جائے گا تو اس کا اہم مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم علماء کرام جنہوں نے قرآن وحدیث کو سمجھنے اور سمجھانے میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ لگایا، ان کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھیں۔قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جس ذات عالی پر قرآن کریم نازل ہوا اس کے اقوال وافعال کے بغیر قرآن کریم کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ایک آیت پیش ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔لہٰذا ہم روزانہ تلاوتِ قرآن کے اہتمام کے ساتھ کم از کم علماء کرام وائمہ مساجد کے درس قرآن میں پابندی سے شریک ہوں۔

۴) العمل بالقرآن: یہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کی تطبیق ہے اور اسی میں بنی نوع انسانی کی دنیاوی واخروی سعادت مضمر ہے، اور نزول قرآن کی غایت ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہیں تو گویا ہم قرآن کریم کے نزول کا سب سے اہم مقصد ہی فوت کر رہے ہیں۔لہٰذا جن امور کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو بجالائیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رک جائیں۔

۵) قرآنی پیغام کو دوسروں تک پہنچانا: امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ اپنی ذات سے قرآن وحدیث پر عمل کر کے اس بات کی کوشش وفکر کی جائے کہ ہمارے بچے، خاندان

والے، محلّہ والے، شہر والے بلکہ انسانیت کا ہر ہر فرد اللہ کو معبود حقیقی مان کر قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے والا بن جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا) کی ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار بیان کیا ہے۔ سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کے لئے چار صفات میں سے ایک صفت دوسروں کو حق بات کی تلقین کرنا ضروری قرار دیا۔ لہٰذا ہم احکام الٰہی پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔

اگر ہم حقیقی معنوں میں دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن وحدیث کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا، ہمیں قرآن کریم سے اپنا رشتہ جوڑنا ہوگا، جو تلاوت، حفظ، تدبر اور عمل بالقرآن سے ہی ممکن ہے۔

ماہِ رمضان اور قرآن کریم

ماہِ رمضان اسلامی کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے، اس ماہ کے روزے رکھنا ہر مسلمان، بالغ، عاقل، صحت مند، مقیم، مرد وعورت پر فرض ہے، جس کی ادائیگی کے ذریعہ خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقویٰ کی بنیاد ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (سورۃ البقرۃ ۱۸۳) لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے روزہ کا بڑا اثر ہے۔

اسی ماہِ مبارک کی ایک بابرکت رات میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم سماءِ دنیا پر نازل ہوئی، جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد قرآن کریم میں ہے: ﴿ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے متقیوں یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق قرآن کریم سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ملتی بلکہ قرآن کریم سے استفادہ کی بنیادی شرط تقویٰ ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزوں کی فرضیت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تم پر روزے فرض کئے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ، غرض رمضان اور روزہ کے بنیادی مقاصد میں تقویٰ مشترک ہے۔

اس ماہ مبارک میں ایک رات ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ یہ ماہِ مبارک اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور جہنم سے چھٹکارے کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر کے جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، ہر نیکی کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ مہینہ اللہ کی عبادت، اطاعت اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی وغمگساری اور قرآن کریم کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں روزہ رکھنا فرض ہے اور روزہ ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کا دنیا میں ہی اجر بتا دیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا یا فرمایا کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔

ماہ رمضان کا قرآن کریم سے خاص تعلق:

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام کرنا، صحابۂ کرام اور بزرگانِ دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہئے۔

ماہ رمضان کا قرآن کریم سے خاص تعلق ہونے کی سب سے بڑی دلیل قرآن کریم کا ماہ رمضان میں نازل ہونا ہے۔ اس مبارک ماہ کی ایک بابرکت رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ سے سماء دنیا پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا

تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم کے علاوہ تمام صحیفے بھی رمضان میں نازل ہوئے جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مصحف ابراہیمی اور تورات و انجیل سب کا نزول رمضان میں ہی ہوا ہے۔ نزول قرآن اور دیگر مقدس کتب و صحائف کے نزول میں فرق یہ ہے کہ دیگر کتابیں جس رسول و نبی پر نازل ہوئیں ایک ساتھ ایک ہی مرتبہ میں، جبکہ قرآن کریم لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر رمضان کی مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں ایک بار نازل ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ‌ۚ وَمَآ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۔ بے شک ہم نے قرآن کریم کو شب قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات (اِقْرَاْ بِسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق ....) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان کی آیت ۳ (اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَکَةٍ ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے) اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۵ (شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فیه القرآن رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا) میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ غرض قرآن وحدیث میں واضح دلائل ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے سماء دنیا پر رمضان کی مبارک رات میں ہی نازل ہوا، اس طرح رمضان اور قرآن کریم کا خاص تعلق روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔

رمضان المبارک کا قرآن کریم کے ساتھ خاص تعلق کا مظہر نماز تراویح بھی ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا اس سال آپ ﷺ نے دو بار قرآن کریم کا دور فرمایا۔ (بخاری ومسلم) نماز تراویح آپ ﷺ نے شروع فرمائی اور مسجد میں باجماعت اس کو ادا بھی فرمایا لیکن اس خیال سے اس کو ترک کردیا کہ کہیں امت پر واجب نہ ہوجائے اور پھر امت کے لئے اس کو ادا کرنے میں مشقت ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہوگئے، تیسری یا چوتھی رات آپ ﷺ نماز تراویح کے

لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا کہ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کردی جائے۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب تو دیتے تھے لیکن وجوب کا حکم نہیں دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کرے اور ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہی عمل رہا، دورِ صدیقی اور ابتداء عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح) صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، صرف ترغیب دی جاتی تھی اور انفرادی طور پر نماز تراویح پڑھی جاتی تھی۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یقیناً تبدیلی ہوئی، اس تبدیلی کی وضاحت محدثین، فقہاء اور علماء کرام نے فرمائی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے پورے رمضان باجماعت نماز تراویح شروع ہوئی، نیز قرآن کریم ختم کرنے اور رمضان میں وتر باجماعت پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالمؒ (متوفی ۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک

کتاب (التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبوی) تحریر کی ہے جو اس موضوع کے لئے بے حد مفید ہے۔

قرآن اور رمضان کے درمیان چند مشترک خصوصیات:

قرآن اور رمضان کی پہلی اہم مشترک خصوصیت تقویٰ ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا۔ دوسری مشترک خصوصیت شفاعت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں بندہ کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، اور قرآن کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کر لیجئے، پس دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

تیسری خصوصیت جو رمضان اور قرآن دونوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے وہ قرب الٰہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی روزہ دار کو بھی اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے کہ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے قرآن ورمضان کی صرف تین مشترک خصوصیات کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں۔

اسلاف کا ماہِ رمضان میں تلاوتِ قرآن کا خاص اہتمام:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے تھے۔بعض اسلاف واکابرین کے متعلق کتابوں میں تحریر ہے کہ وہ رمضان المبارک میں دیگر مصروفیات چھوڑ کر صرف اورصرف تلاوت قرآن میں دن ورات کا وافر حصہ صرف کرتے تھے۔امام مالکؒ جنہوں نے حدیث کی مشہور کتاب موطا مالک تحریرفرمائی ہے، جومشہورفقیہ ہونے کے ساتھ ایک بڑے محدث بھی ہیں لیکن رمضان شروع ہونے پر حدیث پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو بند کرکے دن ورات کا اکثر حصہ تلاوتِ قرآن میں لگاتے تھے۔اسلاف سے منقول ہے کہ وہ ماہ رمضان اورخاص کرآخری عشرہ میں تین دن یاایک دن میں قرآن کریم مکمل فرماتے تھے۔صحیح مسلم کی سب سے زیادہ مشہورشرح لکھنے والے اورریاض الصالحین کے مؤلف نے اپنی کتاب "الاذکار" ص۱۰۲ میں ایسے شیوخ کا ذکرفرمایاہے جوایک رکعت میں قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔رمضان کے مبارک مہینہ میں ختم قرآن کریم کے اتنے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔لہذا اس مبارک مہینہ میں زیادہ سے زیادہ اپنا وقت قرآن کریم کی تلاوت میں لگائیں۔نماز تراویح کے پڑھنے کا اہتمام کریں اوراگرتراویح میں ختم قرآن کا اہتمام کیا جائے تو بہت بہتر وافضل ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ ہرسال ماہ رمضان میں آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کے نازل شدہ حصوں کا دور کرتے تھے۔جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوااس سال آپ ﷺ نے دوبارقرآن کریم

کا دور فرمایا۔ ماہِ رمضان کے بعد بھی تلاوتِ قرآن کا روزانہ اہتمام کریں خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو، نیز علماءِ کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر اُن پر عمل کریں اور دوسروں تک پہونچائیں۔ اگر ہم قرآن کریم کے معنی ومفہوم نہیں سمجھ پا رہے ہیں تب بھی ہمیں تلاوت کرنا چاہئے کیونکہ قرآن کی تلاوت بھی مطلوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن کریم کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓــــــمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔ (ترمذی)

تلاوتِ قرآن کے کچھ آداب ہیں جن کا تلاوت کے وقت خاص خیال رکھا جائے تاکہ ہم عند اللہ اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ تلاوت چونکہ ایک عبادت ہے لہذا ریا وشہرت کے بجائے اس سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ومقصود ہو، نیز وضو وطہارت کی حالت میں ادب واحترام کے ساتھ اللہ کے کلام کی تلاوت کریں۔ تیسرا اہم ادب یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور اچھی آواز میں تجوید کے قواعد کے مطابق تلاوت کریں۔ تلاوت قرآن کے وقت اگر آیتوں کے معانی پر غور وفکر کرکے پڑھیں تو بہت ہی بہتر ہے۔ قرآن کریم کے احکام ومسائل پر خود بھی عمل کریں اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہونچانے کی کوشش کریں۔

قرآنی معلومات

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لوح محفوظ سے سماء دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل فرمایا، پھر تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ قرآن انس وجن کی ہدایت ورہبری کا سرچشمہ ہے۔ اللہ کی یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن کے لفظی معنی بھی بار بار اور بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بھی لفظ قرآن کا متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی پہلی وحی کا پہلا کلمہ اِقْــــرأ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قرآن کے نزول کا اصل مقصد قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہے، اگرچہ صرف قرآن کریم کی تلاوت پر بھی اجر عظیم ملتا ہے، جیسا کہ مفسر اوّل حضور اکرم ﷺ نے مختلف سورتوں کے مختلف اوقات میں پڑھنے کے متعدد فضائل بیان کئے ہیں۔ قرآن کریم سے متعلق چند معلومات پیش خدمت ہیں۔

علماء کرام نے لوگوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم کو مختلف طریقوں سے تقسیم کیا ہے:

منزلیں: قرآن کریم میں ۷ منزلیں ہیں۔ یہ منزلیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں تاکہ جو لوگ ایک ہفتہ میں ختم قرآن کریم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک منزل تلاوت فرمائیں۔

پارے: قرآن کریم میں ۳۰ پارے ہیں، انہی کو جز بھی کہا جاتا ہے۔ جو حضرات ایک ماہ میں قرآن کریم ختم کرنا چاہیں وہ روزانہ ایک پارہ تلاوت فرمائیں۔ بچوں کو قرآن کریم سیکھنے کے لئے بھی اس سے سہولت ہوتی ہے۔

سورتیں: قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔ سورۃ النمل میں بسم اللہ ایک آیت کا جز بھی ہے، اس طرح قرآن

کریم میں بسم اللہ کی تعداد بھی سورتوں کی طرح ۱۱۴ ہی ہے۔ان تمام سورتوں کے نام بھی ہیں جو بطورعلامت رکھے گئے ہیں بطور عنوان نہیں۔مثلاً سورۃ الفیل کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سورہ جو ہاتھی کے موضوع پر نازل ہوئی، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سورہ جس میں ہاتھی کا ذکر آیا ہے۔اسی طرح سورۃ البقرہ کا مطلب وہ سورہ جس میں گائے کا ذکر آیا ہے۔

آیات: قرآن کریم میں چھ ہزار سے کچھ زیادہ آیات ہیں۔

سجدۂ تلاوت: قرآن کریم میں ۱۴ آیات ہیں،جن کی تلاوت کے وقت اور سننے کے وقت سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

مکی ومدنی آیات وسورتیں:

ہجرت مدینہ منورہ سے قبل تقریباً ۱۳ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مکی اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تقریباً ۱۰ سال تک قرآن کریم کے نزول کی آیات وسورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔

مضامین قرآن:

علماء کرام نے قرآن کریم کے مضامین کی مختلف قسمیں ذکر فرمائی ہیں،تفصیلات سے قطع نظر ان مضامین کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے:

۱) عقائد۔

۲) احکام۔

۳) قصص

دنیا و آخرت کی کامیابی ۷ صفات میں مضمر

(سورۂ المؤمنون کی ابتدائی ۱۱ آیات میں مومنین کی بعض صفات کا ذکر کیا گیا جن کے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡن، اَلَّذِيۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡن، وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡن، وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوۡن، وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡن، اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡن، فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ، وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَاعُوۡن، وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡن، اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوَارِثُوۡن، الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡس، هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡن (سورۂ المؤمنون ۱۔۱۱)

ان ایمان والوں نے یقیناً کامیابی حاصل کر لی جن کی نمازوں میں خشوع وخضوع ہے۔۔۔ جو لغو کاموں سے دور رہتے ہیں۔۔۔ جو زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں۔۔۔ جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آ چکی ہوں کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔۔۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔۔۔ اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔۔۔ یہ ہیں وہ وارث جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ (جو انس وجن وتمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے، جو خالق مالک رازق کائنات ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جو انسان کی رگ رگ سے ہی نہیں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے اچھی طرح واقف ہے) نے انسان کی کامیابی کے لئے ان آیات میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے علاوہ ۷ صفات ذکر فرمائی ہیں کہ اگر کوئی شخص واقعی کامیاب ہونا چاہتا ہے تو وہ دنیاوی فانی زندگی میں موت سے قبل ان سات اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرلے۔ ان سات اوصاف کے حامل ایمان والے جنت کے اُس حصہ کے وارث بنیں گے جو جنت کا اعلیٰ وبلند حصہ ہے، جہاں ہر قسم کا سکون واطمینان وآرام وسہولت ہے، جہاں ہر قسم کے باغات، چمن، گلشن اور نہریں پائی جاتی ہیں، جہاں خواہشوں کی تکمیل ہے، جس کو قرآن وسنت میں جنت الفردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔۔۔ یہی اصل کامیابی ہے کہ جس کے بعد کبھی ناکامی، پریشانی، دشواری، مصیبت اور تکلیف نہیں ہے، لہذا ہم دنیاوی عارضی ومحدود خوشحالی کو فلاح نہ سمجھیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کے لئے کوشاں رہیں۔

ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضور اکرم ﷺ کو پیغمبر تسلیم کیا اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے۔ انسان کی کامیابی کے لئے سب سے پہلی اور بنیادی شرط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، اس کے علاوہ انسان کی کامیابی کے لئے جو سات اوصاف اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

۱) خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی: خضوع کے معنی ظاہری اعضاء کو جھکانے (یعنی جسمانی سکون) اور خشوع کے معنی دل کو عاجزی کے

ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنے کے ہیں۔خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھ رہے ہیں اس کی طرف دھیان رکھیں اور اگر غیر اختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے، لیکن جونہی یاد آجائے دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہوجائیں۔غرضیکہ ہماری پوری کوشش ہونی چاہئے کہ نماز کے وقت ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نماز کے کس رکن میں ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں۔اسی طرح ہمیں اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ ایک اور صاحب بھی مسجد میں آئے اور نماز پڑھی پھر (رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور) رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔وہ گئے اور جیسے نماز پہلے پڑھی تھی ویسے ہی نماز پڑھکر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ کو آکر سلام کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔اُن صاحب نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے نماز سکھائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو۔پھر رکوع میں جاؤ تو اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان سے کھڑے ہو، پھر سجدہ میں جاؤ تو اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو تو اطمینان سے بیٹھو۔یہ سب کام اپنی پوری نماز میں کرو۔ (صحیح بخاری)

۲) لغو کاموں سے دوری: لغو اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، لایعنی

اورلا حاصل ہو، یعنی جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ مولائے حقیقی نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ لغو کاموں کو کرنا تو درکنار اُن سے بالکل دور رہنا چاہیئے۔۔۔ ہمیں ہر فضول بات اور کام سے بچنا چاہیئے قطع نظر اس کے کہ وہ مباح ہو یا غیر مباح کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مِنْ حُسْنِ اِسْلامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْه (ترمذی) انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہوسکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔

۳) زکوۃ کی ادائیگی: انسان کی کامیابی کے لئے تیسری اہم شرط زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی ہے، زکوۃ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ حکم زکوۃ کی ادائیگی کا ہی دیا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۴۔۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ اُن کے لئے بڑے سخت الفاظ میں خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو (اے نبی) آپ اُن کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے، یعنی جو لوگ اپنا پیسہ، اپنا روپیہ، اپنا سونا چاندی جمع کرتے جارہے ہیں اور اُن کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، اُن پر اللہ نے جو فریضہ عائد کیا ہے اُس کو ادا نہیں کرتے، اُن کو یہ بتادیجئے کہ ایک دردناک عذاب اُن کا انتظار کررہا ہے۔ پھر دوسری آیت میں اُس دردناک عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی کہ یہ دردناک عذاب اُس دن ہوگا جس دن سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اُس آدمی کی پیشانی، اُس کے پہلو اور اُس کی پشت کو داغا جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، آج

تم اس خزانے کا مزہ چکھو جو تم اپنے لئے جمع کر رہے تھے۔

٤) شرمگاہوں کی حفاظت: اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز طریقہ یعنی نکاح مشروع کیا ہے۔ انسان کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ ہم جائز طریقہ کے علاوہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ یعنی میاں بیوی کا ایک دوسرے سے شہوت نفس کو تسکین دینا قابل ملامت نہیں بلکہ انسان کی ضرورت ہے۔ لیکن جائز طریقہ کے علاوہ کوئی بھی صورت شہوت پوری کرنے کی جائز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ، یعنی جائز طریقہ کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی جانے کو منع فرمایا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا (سورۃ الاسراء ۳۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْعَيْنُ تَزْنِيْ وَزِنَاهَا النَّظْرُ یعنی آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا نظر ہے۔۔۔ آج روزمرہ کی زندگی میں مرد و عورت کا کثرت سے اختلاط، مخلوط تعلیم، بے پردگی، TV اور انٹرنیٹ پر فحاشی اور عریانی کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم خود بھی زنا اور زنا کے لوازمات سے بچیں اور اپنے بچوں، بچیوں اور گھر والوں کی ہر وقت نگرانی رکھیں کیونکہ اسلام نے انسان کو زنا کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے۔ زنا کے وقوع ہونے کے بعد اس پر ہنگامہ، جلسہ و جلوس و مظاہروں کے بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حتی الامکان غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے ہی بچا جائے۔

۵) امانت کی ادائیگی: امانت کا لفظ ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو، خواہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو یا حقوق اللہ سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانت فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد سے متعلق امانت میں مالی امانت کا داخل ہونا تو مشہور و معروف ہے، اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی کو بتلائی تو وہ بھی اس کی امانت ہے، اذن شرعی کے بغیر کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔ اسی طرح کام کی چوری یا وقت کی چوری بھی امانت میں خیانت ہے۔ لہذا ہمیں امانت میں خیانت سے بچنا چاہیئے۔

٦) عہد وپیمان پورا کرنا: عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملہ میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی شخص سے کوئی چیز دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے، اس کا پورا کرنا بھی شرعاً ضروری ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اگر ہم کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کر لیں تو اس کو پورا کریں۔

۷) نماز کی پابندی: کامیاب ہونے والے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی بھی پوری نگرانی رکھتے ہیں یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات پر اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت وتاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کیا جائے اور نماز کو اُن شرائط وآداب کے ساتھ پڑھا جائے جو نماز کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں، جیسا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: **وَاَقِمِ الصَّلاۃَ، اِنَّ الصَّلاۃَ تَنْهَی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ** (سورۂ العنکبوت ۴۵) نماز قائم کیجئے، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔اسی طرح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص راتوں کو نماز پڑھتا ہے مگر دن میں چوری کرتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُس کی نماز عنقریب اُس کو اِس برے کام سے روک دے گی۔ (مسند احمد، صحیح ابن حبان، بزاز)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کے لئے ضروری سات اوصاف کو نماز سے شروع کیا اور نماز پر ہی ختم کیا، اس میں اشارہ ہے کہ نماز کی پابندی اور صحیح طریقہ سے اس کی ادائیگی انسان کو پورے دین پر چلنے کا اہم ذریعہ بنتی ہے۔اسی لئے قرآن کریم میں سب سے زیادہ نماز کی ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔کل قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔نماز کے علاوہ تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ دنیا میں اتارے مگر نماز ایسا مہتم بالشان عمل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر حضرت جبرائیل کے واسطہ کے بغیر نماز کی فرضیت کا تحفہ اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنائے آمین، ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی طبیعت میں کامیابی کی چاہت رکھی ہے چنانچہ ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ انسان کی کامیابی' ایمان کے بعد سات صفات میں مضمر ہے، یعنی اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئیں کہ ہم اپنے

اندر یہ صفات پیدا کریں۔ان سات اوصاف سے متصف ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ۱۰ اور ۱۱ آیات میں جنت الفردوس کا وارث بتلایا ہے۔لفظ وارث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور یقینی ہے اسی طرح ان سات اوصاف والوں کا جنت الفردوس میں داخلہ یقینی ہے۔

آیۃ الکرسی: قرآن کریم کی عظمت والی آیت

اَللّٰـهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَلۡحَيُّ الۡقَيُّوۡمُ، لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ، لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ، مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ، يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ، وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَيۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ، وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ، وَلَا يَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا، وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ. (البقرۃ ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، زندہ ہے (جس کو کبھی موت نہیں آسکتی) (ساری کائنات کو) سنبھالنے والا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون شخص ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے ان (کائنات) کے تمام حاضر وغائب حالات کو، وہ (کائنات) اُس کی منشا کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے، اُس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان (زمین وآسمان) کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی، وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

یہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ ہے جو عظمت والی آیت ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور بعض اہم صفات کا ذکر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کرسی کا بھی ذکر آیا ہے جس کی وجہ سے اس آیت کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔ آیت الکرسی کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں وارد ہیں لیکن اختصار کے مدنظر یہاں صرف چند اہم فضیلتیں ذکر کررہا ہوں جن کے صحیح ہونے پر جمہور علماء امت متفق ہیں۔

سب سے زیادہ عظمت والی آیت: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب میں فرمایا: اللہ اوراس کے رسول ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے۔آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ بار بار سوال کرنے پر حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا: آیت الکرسی۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ابوالمنذر!اللہ تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ (مسلم، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، ح ۸۱۰) مسند احمد میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،اِس (آیت الکرسی) کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اورعرش کے پایہ سے لگی ہوئی ہوگی۔ (مسند احمد ۵/۱۴۱۔۱۴۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ عظمت والی آیت' آیت الکرسی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الخ.ہے۔ (مسند احمد ۵/۱۷۸، نسائی ح ۵۵۰۹)

دخول جنت کا سبب: حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اُسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے۔ (ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے،اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے)

شیاطین وجنات سے حفاظت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رمضان میں وصول کی گئی زکاۃ کے مال پر پہرا دے رہا تھا،ایک آنے

والا آیا اور سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو ایسا کرنے سے بار بار منع فرمایا۔ اس آنے والے نے کہا کہ مجھے یہ کرنے دو، میں تجھے ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ اگر تو رات کو بستر میں جا کر ان کو پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر ہوگا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا اور وہ آیت الکرسی ہے۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا مگر وہ خود جھوٹا ہے اور وہ شیطان ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوکالہ، باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا،، ح ۲۳۱۱، ۳۲۷۵، ۵۰۱۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ کھجوریں تھیں جو روزانہ گھٹ رہی تھیں، ایک رات میں نے پہرا دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل جوان لڑکے کے آیا، میں نے اس کو سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا میں جن ہوں۔ میں نے کہا کہ ذرا اپنا ہاتھ دو۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے بال بھی تھے۔ میں نے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ تم صدقہ کو پسند کرتے ہو اور میں تمہارے مال کو لینے آیا ہوں تا کہ تم صدقہ نہ کر سکو۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے شر سے بچنے کی کوئی تدبیر ہے؟ اس نے کہا: آیت الکرسی، جو شخص شام کو پڑھ لے وہ صبح تک اور جو صبح کو پڑھ لے وہ شام تک محفوظ ہو جاتا ہے۔ صبح ہونے پر حضرت ابی بن کعبؓ نے نبی اکرم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات بالکل سچی کہی ہے۔ (نسائی، طبرانی۔۔الترغیب والترہیب ۲۶۲)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ غرض آیت الکرسی کے ذریعہ جنات وشیاطین سے حفاظت کے متعدد واقعات صحابہ کے درمیان پیش آئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۃ المؤمن کو حٰمٓ سے الیہ المصیر تک اور آیت الکرسی کو صبح کے وقت پڑھ لے گا' وہ شام تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور شام کو پڑھنے والے کی صبح تک حفاظت ہوگی۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورہ البقرہ وآیہ الکرسی ج ۲۸۷۹)

آیت الکرسی اسم اعظم پر مشتمل:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اِن دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے ایک تو آیت الکرسی اور دوسری آیت الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (مسند احمد ۶/۴۶۱، ابوداود، کتاب الوتر، باب الدعاء ح ۱۴۹۶، ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد ح ۳۴۷۸، ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم ج ۳۸۵۵)

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم جس نام کی برکت سے جو دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے وہ قبول فرماتا ہے، وہ تین سورتوں میں ہے سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ طٰہٰ۔ (ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم ح ۳۸۵۵) وضاحت: سورۃ البقرہ میں آیت نمبر ۲۵۵، سورۃ آل عمران میں آیت نمبر ۲ اور سورۃ طٰہٰ میں آیت نمبر ۱۱۱ ہے۔

آیت الکرسی چوتھائی قرآن:

حضور اکرم ﷺ نے آیت الکرسی کو چوتھائی قرآن کہا ہے۔ (مسند احمد ۳/۲۲۱، ترمذی کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی اذا زلزلت، ح ۲۸۹۵)

مفہوم آیۃ الکرسی: اس توحید کی اہم آیت میں ۱۰ جملے ہیں:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ: یہی وہ پیغام ہے جس کی دعوت تمام انبیاء ورسل نے دی کہ معبود حقیقی صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، وہی پیدا کرنے والا، وہی رزق دینے والا اور وہی اس پوری دنیا کے نظام کو تنہے تنہا چلانے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہم سب اس کے بندے ہیں اور ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ وہی مشکل کشا، حاجت روا اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اس نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء ورسل بھیجے۔ آخر میں تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ: لفظ حَیُّ کے معنی ہیں زندہ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور وہ موت سے بالاتر ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ،،، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ، وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک اور فنا ہو جانے والی ہے۔ قَیُّوْمُ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم اور دوسروں کے قیام وبقا کا واسطہ اور ذریعہ ہو۔

نوٹ: قیوم اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہو سکتی، کیونکہ جو چیزیں خود اپنے وجود وبقا میں کسی دوسرے کی محتاج ہوں وہ کسی دوسری چیز کو کیا سنبھال سکتی

ہیں۔اس لئے کسی انسان کو قیوم کہنا جائز نہیں ہے۔لہذا عبدالقیوم نامی شخص کو صرف قیوم کہہ کر پکارنا غلط ہے۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ: سِنَةٌ کے معنی اونگھ اور نَوْمٌ کے معنی نیند کے ہیں۔ان دونوں کی نفی سے نیند کی ابتدا اور انتہا دونوں کی نفی ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ غفلت کے تمام اثرات سے کمال درجہ پاک ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ: تمام چیزیں جو آسمانوں یا زمین میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی مملوک ہیں، وہ مختار ہے جس طرح چاہے ان میں تصرف کرے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا مالک ہے، کوئی اس سے بڑا اور اس کے اوپر حاکم نہیں ہے تو کوئی اس سے کسی کام کے بارے میں باز پرس کرنے کا بھی حق دار نہیں ہے، وہ جو حکم جاری فرمائے اس میں کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی کی سفارش یا شفاعت کرے، سو اس کو بھی واضح کردیا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے نیک ومقبول بندے بھی کسی کے لئے شفاعت نہیں کرسکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محشر میں سب سے پہلے میں ساری امتوں کی شفاعت کروں گا، یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔اسی کا نام مقام محمود ہے، جس کا ذکر سورۃ الاسراء ۷۹ میں آیا ہے عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ نبی اکرم ﷺ کی عام امتیوں کی شفاعت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو بھی تین شرطیں پائی جانے پر دوسروں کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی۔

۱) جسکے لئے شفاعت کی جارہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (سورۃ الانبیاء ۲۸) وہ کسی کی بھی شفاعت نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو اور وہ اسکی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

۲) شفاعت کرنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى (سورۃ النجم ۲۶)

۳) اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت دے۔ سورہ النجم کی آیت میں اَن يَّاْذَنَ اللّٰهُ اور آیت الکرسی میں اِلَّا بِاِذْنِهٖ سے یہ شرط واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح سورۃ یونس آیت ۳ میں ہے: مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ: اللہ تعالیٰ لوگوں کے آگے پیچھے کے تمام حالات وواقعات سے واقف ہے۔ آگے اور پیچھے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے بعد کے تمام حالات وواقعات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اور یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ آگے سے مراد وہ حالات ہیں جو انسان کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور پیچھے سے مراد اس سے مخفی واقعات وحالات ہوں تو معنی یہ ہوں گے انسان کا علم تو بعض چیزوں پر ہے اور بعض چیزوں پر نہیں، کچھ چیزیں اس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں اور کچھ چھپی ہوئی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے یہ سب چیزیں برابر ہیں، اس کا علم ان سب چیزوں کو یکساں محیط ہے۔

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ: انسان اور تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصہ کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے، مگر اللہ تعالیٰ ہی خود جس کو جتنا حصہ علم عطا کرنا چاہیں صرف اتنا ہی اس کو علم ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی خصوصی صفت ہے، انسان یا کوئی مخلوق اس میں شریک نہیں ہو سکتی۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: یعنی اس کی کرسی اتنی بڑی ہے کہ جس کی وسعت کے اندر ساتوں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نشست و برخاست اور حیز و مکان سے بالاتر ہے، اس قسم کی آیات کو اپنے معاملات پر قیاس نہ کیا جائے، اس کی کیفیت وحقیقت کا ادراک انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ البتہ صحیح احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عرش اور کرسی بہت عظیم الشان جسم ہیں جو تمام آسمان اور زمین سے بدرجہا بڑے ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے بروایت حضرت ابوذر غفاریؓ نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ کرسی کیا اور کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ (چھلّہ) ڈال دیا جائے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ عرش کے سامنے کرسی کی مثال بھی ایسی ہے کہ جیسے ایک بڑے میدان میں انگشتری کا حلقہ (چھلّہ)۔

کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے علم منقول ہے، بعض حضرات سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے، ایک حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ اس کا اندازہ بجز باری تعالیٰ

کے اور کسی کو نہیں۔ ابو مالکؒ فرماتے ہیں کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔ سدیؒ کہتے ہیں کہ آسمان و زمین کرسی کے جوف میں اور کرسی عرش کے سامنے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دیئے جائیں تو بھی کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہوں گے جیسے ایک حلقہ (چھلّہ) کسی چٹیل میدان میں۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں۔ (تفسیر بن کثیر) بعض مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے تمام اطراف واکناف پر حاوی ہے، کوئی گوشہ اور کونہ بھی اس کے دائرہ اقتدار سے الگ نہیں ہے۔

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا: اللہ تعالیٰ کو ان دونوں عظیم مخلوقات یعنی آسمان و زمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ سب چیزیں نہایت آسان ہیں۔ یَئُود کے معنی ہیں کسی چیز کا ایسا بھاری اور گراں ہونا کہ اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ: گزشتہ نو جملوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کے کمالات بیان کئے گئے، ان کو سمجھنے کے بعد ہر عقل مند شخص یہی کہنے پر مجبور ہے کہ ہر عزت وعظمت اور بلندی وبرتری کا مستحق وہی پاک ذات ہے۔

ان دس جملوں میں اللہ جل شانہ کی صفات کمال اور اس کی توحید کا مضمون وضاحت اور تفصیل کے ساتھ آ گیا۔

سورۂ العصر کی مختصر تفسیر

﴿وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔
اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔﴾

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی کہ ہر انسان بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انہوں نے اچھے کام کئے۔ اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی۔ اور آپس میں تاکید کرتے رہے صبر وتحمل کی۔

سورۂ العصر کی خاص فضیلت: یہ قرآن کریم کی بہت مختصر سی سورت ہے، جس میں صرف تین آیات ہیں، لیکن ایسی جامع ہے کہ بقول حضرت امام شافعیؒ کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھ لیں تو دین ودنیا کی درستی کے لئے کافی ہوجائے۔ حضرت عبد اللہ ابن حصینؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے دو شخص آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورۂ العصر نہ پڑھ لے۔ (طبرانی)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے العصر کی قسم کھائی ہے، جس سے مراد زمانہ ہے، کیونکہ انسان کے تمام حالات، گاس کی نشو ونما، اس کی حرکات وسکنات، اعمال اور اخلاق سب زمانے کے لیل ونہار میں ہی ہونگے۔

جہاں تک قسم کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام میں قسم کے بغیر بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم فرما کر، کسی حکم کی خصوصی تاکید اور اس کی اہمیت کی وجہ سے

قسم کھا کر کوئی حکم بندوں کو کرتا ہے، تا کہ بندے اس حکم کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں، اور حکم بجالانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ البتہ یاد رکھیں کہ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی واضح تعلیمات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

خلاصہ تفسیر: اس سورت میں خالقِ انسان: اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان بڑے خسارے اور نقصان میں ہے، اور اس خسارے سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کے اندر یہ چار صفات موجود ہوں۔

۱۔ ایمان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، اور اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی تمام تعلیمات پر ایمان لائیں۔

۲۔ اعمال صالحہ (نیک اعمال): ہر عمل' اللہ کے حکم، اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کریں۔

۳۔ حق کی نصیحت کرنا: ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والے لوگ' ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کریں۔

۴۔ صبر کی تلقین کرنا: اور اسی طرح ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہیں۔

غرض دین و دنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جزء (ایمان و اعمال صالحہ) اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں۔ اور دوسرے دو جزء دوسروں کی ہدایت و اصلاح سے متعلق ہیں۔ یعنی ہم اپنی ذات سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بجالائیں، اور ساتھ

میں یہ کوشش اور فکر کریں کہ میری اولاد، میرے رشتے دار اور میرے پڑوسی سب اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیاوی فانی زندگی کو گزارنے والے بنیں، تاکہ ہم سب بڑے خسارے سے بچ کر، ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرنے والے بن جائیں۔

اب ہر شخص اپنی زندگی کا جائزہ لے کہ اس کے اندر یہ چار اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان سے معلوم ہوا کہ اگر یہ چار اوصاف یا ان میں سے کوئی ایک وصف بھی ہمارے اندر موجود نہیں ہیں تو ہم دنیا و آخرت میں ناکامی اور بڑے خسارے کی طرف جا رہے ہیں۔

لہذا ابھی وقت ہے، موت کب آجائے، کسی کو نہیں معلوم، ہم سب یہ عزم مصمم کریں کہ دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے اور بڑے خسارے سے بچنے کے لئے یہ چار اوصاف اپنی زندگی میں آج، بلکہ ابھی سے لانے کی مخلصانہ کوشش کریں گے۔ اللہ ہم سب کو زندگی کے باقی ایام ان چار اوصاف سے متصف ہو کر گزارنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

سورۂ الم نشرح کی مختصر تفسیر

(اس سورہ میں نبی اکرم ﷺ کے چند اوصاف حمیدہ ذکر کئے گئے ہیں)

ترجمہ: (اے نبی) کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟۔ (یقیناً ہم نے تیرا سینہ کھول دیا) اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا، جس نے تیری پیٹھ بوجھل کر دی تھی۔اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب تو فارغ ہو،عبادت میں محنت کر۔اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔

یہ مکی سورت ہے اس میں ۸ آیات ہیں۔ابتدائی چار آیات میں نبی اکرم ﷺ کے تین اوصاف حمیدہ بیان کئے گئے ہیں:

۱) ہم نے تیرے سینے کو کھول دیا۔ یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا، اس میں علوم ومعارف کے سمندر اتار دیئے۔اور لوازم نبوت اور فرائضِ رسالت برداشت کرنے کے لئے بڑا وسیع حوصلہ دیا۔اس آیت سے شق صدر بھی مراد لیا گیا ہے، جو دو مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ ایک مرتبہ بچپن میں، دوسری مرتبہ معراج کی رات میں۔ شق صدر میں آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے دل نکالا گیا، اسے آب زمزم سے دھو کر اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا، اور اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا گیا۔

۲) تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا، جس نے تیری پیٹھ بوجھل کر دی تھی۔یعنی منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے آپ ﷺ پر گرانی گزرتی ہوگی، وہ دور کر دی گئی۔ یا وزر (بوجھ) سے وہ جائز امور مراد ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ قرین حکمت وصواب سمجھ کر کر لیتے

تھے، اور بعد میں ان کا خلافِ حکمت یا خلافِ اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا، اور آپ ﷺ بوجہ علو شان اور غایت قرب کے اس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے، تو اس آیت میں مواخدہ نہ ہونے کی بشارت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادئے تھے۔ نبوت سے قبل ۴۰ سالہ زندگی میں بھی اللہ نے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔

۴) اور ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا (اللہ کا) ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا (نبی کا) بھی ذکر کیا جائے گا، جیسے اَشْھَدُ اَن لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُولُ اللّٰہِ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا، کوئی خطیب، کوئی واعظ، کوئی کلمہ گو، کوئی مؤذن، کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کے ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ غرض دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔

پانچویں اور چھٹی آیت میں ایک اصول بیان کیا گیا کہ دشواری کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی ملتی ہے۔

آخری دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا: اے نبی: جب تو فارغ ہو، تو اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔ یعنی نماز، تبلیغ، جہاد اور دعا وغیرہ میں اتنا مشغول ہو کہ تو تھک جائے۔ اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔

قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچنے کا حکم

روز مرہ کے تقریباً ۸۰ فیصد پریکٹیکل مسائل میں امت مسلمہ متفق ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ کا واضح حکم موجود ہے۔ البتہ چند اسباب کی وجہ سے روز مرہ کے تقریباً ۲۰ فیصد پریکٹیکل مسائل میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے اوران میں سے بعض اسباب یہ ہیں:

☆ نص فہمی میں اختلاف: (یعنی قرآن وحدیث کی عبارت سمجھنے میں اختلاف ہوجائے) مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ (سورہ النساء ۴۳) ۔علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے نواقض وضومراد لیا ہے کہ عورت کو چھوتے ہی وضوٹوٹ جاتا ہے۔جبکہ دیگر مفسرین وفقہاء مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے اس آیت سے نواقض غسل مراد لیا ہے کہ صحبت کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے، عورت کو صرف چھونے سے وضونہیں ٹوٹتا ہے۔ غرضیکہ نص فہمی میں اختلاف ہوا جس کی وجہ سے بعض مسائل میں اختلاف ہوگیا۔

☆ ناسخ ومنسوخ کو طے کرنے میں اختلاف: (یعنی حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل کونسا ہے؟) مثلاً نبی اکرم ﷺ سے رکوع میں جاتے اوراٹھتے وقت رفع یدین کا کرنا اورنہ کرنا دونوں احادیث سے ثابت ہے، البتہ نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل کیا ہے، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

☆ جدید استنباطی مسائل: نئے نئے مسائل میں اختلاف کا ہونا بدیہی ہے، کیونکہ ہر مجتہد وفقیہ کو اختیار ہے کہ وہ نئے مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کرے۔ مثال کے طور پر اپنے جسم کے کسی عضو (مثلاً کڈنی) کو ہبہ کرنے کا مسئلہ۔

☆ کسی معین حدیث یا کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث کو قابل قبول ماننے میں اختلاف ہو جائے۔(مثلاً موضوع بحث مسئلہ)

انہی ۲۰ فیصد مختلف فیہ مسائل میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچنے کا مسئلہ بھی ہے ۔اس مسئلہ میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔علماء وفقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ بھی ہیں، جبکہ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام احمد ابن حنبلؒ نیز حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ کے متعدد شاگرد بھی ہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ فی احوال الموتی میں تحریر کیا ہے کہ اس باب میں اصل صدقہ ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے تو جس طرح سے صدقہ کا ثواب میت کو پہونچتا ہے، قرآن کریم پڑھنے، دعا اور استغفار کا ثواب بھی میت کو پہونچے گا کیونکہ یہ بھی صدقات ہی ہیں، اور جن حضرات نے امام شافعیؒ کے متعلق گمان کیا ہے کہ وہ میت پر قرآن کریم پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ کیونکہ صرف اختلاف اس میں ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں۔امام شافعیؒ اور دیگر جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچے گا اگر پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہنچنے کی دعا کرتا ہے۔اور جن حضرات نے کہا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب نہیں پہونچتا، تو یہ اس وقت ہے جب کہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہونچنے کی دعا نہ کرے۔(تذکرۃ فی احوال الموتی للقرطبی) غرضیکہ علامہ قرطبیؒ کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کی رائے میں قرآن کریم

پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچتا ہے۔

اس موضوع سے متعلق چند احادیث شریفہ :

☆ حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت ابوطلحہؓ انصاری اور حضرت حذیفہؓ کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے قربان کئے۔ایک اپنی طرف سے اور دوسرا امت کی طرف سے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی، مستدرک اور ابن ابی شیبہ)۔امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا ثواب دوسروں حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

☆ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے اجر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداود، نسائی)۔امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ صدقہ کا ثواب میت حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

☆ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ)۔اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لئے نافع بتایا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانۂ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں کیا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کرلیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو وہ ان کے لئے نافع ہوگا۔ (مسند احمد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو اس کی تدفین میں جلدی کرو۔ اس کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۂ البقرہ کا آخر پڑھو۔ (علامہ حافظ ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث طبرانی نے صحیح (حسن) سند کے ساتھ ذکر کی ہے)۔

☆ صحابہ کرام سے بھی نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ فرمان پر عمل کرنا ثابت ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے میت کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۂ البقرہ کا آخری رکوع پڑھنے کا عمل ذکر کیا ہے۔ مسلم کی مشہور شرح لکھنے والے امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (الاذکار)۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورۂ یٰس قرآن کریم کا دل ہے، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا قرب اور آخرت میں بھلائی حاصل کرنے کی غرض سے اسے پڑھے گا، وہ اس کو حاصل ہوگی۔ اور اس سورہ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ (مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ابوداود، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی، نسائی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح

قرار دیا ہے، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اسی اور دیگر احادیث کی بنیاد پر میت پر قرآن کریم پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن محدثین کا اصول ہے کہ فضائل کے سلسلہ میں ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے جمہور علماء کے قول کو تحریر فرمایا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص حالت نزاع میں ہو اور اس کے پاس سورۂ یس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر نزاع کی حالت کو آسان فرما دیتا ہے۔ (مسند للدیلمی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار للقاضی الشوکانی)

☆ حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے: اگر کوئی قبرستان میں سورۂ یس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مُردوں سے عذاب قبر کو کم کر دیتا ہے۔ شیخ عبد العزیزؒ (صاحب الخلال) نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس حدیث کو امام محمد بن عبد الوہابؒ نے اپنی کتاب احکام تمنی الموت میں، امام حافظ الزیلعیؒ نے کنز الدقائق کی شرح میں اور امام ابن قدامہ حنبلیؒ نے اپنی کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن قدامہ حنبلیؒ نے اپنی اس مشہور کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ایک اور حدیث ذکر فرمائی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر سورۂ یس پڑھی تو میت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

مشہور و معروف محدث حضرت ابو مغیرہؒ کہتے ہیں کہ حضرت صفوانؒ نے فرمایا کہ مشائخ کہا کرتے تھے کہ اگر میت پر سورۂ یس پڑھی جاتی ہے تو اس کی برکت سے اس کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (مسند احمد) امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابو مغیرہؒ سے متعدد احادیث

نقل کی ہیں۔ شیخ محبّ الدین الطبری ؒ اور علامہ شوکانی ؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مرنے کے بعد کسی کی قبر پر سورۂ یٰس پڑھنا مراد ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا قبرستان پر گزر ہوا اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مرنے والوں کو بخش دے تو پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ (دار قطنی)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور الہاکم التکاثر پڑھے، پھر کہے کہ میں نے جو پڑھا ہے اس کا ثواب ان حضرات کو پہونچایا جو اس قبرستان میں مدفون ہیں تو وہ حضرات کل قیامت کے دن اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ (دار قطنی)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن العلاءؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو بِسمِ اللّٰہِ وعَلَی سُنَّۃِ رَسُولِ اللّٰہِ کہہ کر لحد والی قبر میں دفن کر دینا اور میرے سرہانے سورۂ فاتحہ پڑھنا، اس لئے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (اخرجہ الخلال فی الجامع " کتاب القراءۃ عندالقبور ")

علامہ حافظ ابن قیم ؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب "الروح" میں ذکر کیا ہے، نیز انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ سلف صالحین کی ایک جماعت نے کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ان کی قبر پر قرآن کریم پڑھا جائے۔

☆ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے والدین کی خدمت ان کی

زندگی میں تو کرتا رہا، ان کے انتقال کے بعد کیسے خدمت کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو۔ (دار قطنی)

علامہ حافظ الزیلعیؒ نے اپنی کتاب "شرح کنز الدقائق" میں، امام ابن الہمامؒ نے "فتح القدیر" میں اور شیخ محمد العربی بن التبانی المالکی المغربیؒ نے اپنی کتاب "اسعاف المسلمین والمسلمات بجواز ووصول ثوابہا الی الاموات" میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو، اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو، اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے بھی صدقہ کرو۔ (المصنف للشیخ ابن ابی شیبہ) اور امام محمد بن عبدالوہابؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب "احکام تمنی الموت" میں ذکر کیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ خشعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، نسائی)

☆ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قبیلہ خشعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہو اور تم اس کو ادا کردو تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس شخص نے کہا جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بس اسی طرح تم ان کی طرف سے

حج ادا کرو۔ (مسند احمد، نسائی)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مرگئیں۔ اب کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہیں کرتی، اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں۔ (بخاری، نسائی)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: میری ماں نے روزہ کی نذر مانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مرگئیں، تو کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف سے روزہ رکھ لو۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی)

حضرت بریدہؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ ان کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے، کیا میں یہ روزے ادا کردوں؟ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی۔ (مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابوداود)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ جو شخص انتقال کرجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ لے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

﴿وضاحت﴾: ان احادیث میں دوسروں کی طرف سے نماز اور روزہ رکھنے کا جو ذکر آیا ہے، ان سے نفلی یا نذر کی نماز اور روزہ مراد ہیں، کیونکہ دیگر احادیث میں فرض نماز یا رمضان کے روزہ کے متعلق واضح حکم موجود ہے کہ وہ دوسروں کی طرف سے ادا نہیں کئے جاسکتے ہیں بلکہ اس کے لئے فدیہ ہی ادا کرنا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر والوں کے میت پر (بلند آواز کے ساتھ) رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔(بخاری، مسلم)

جن علماء وفقہاء کی رائے میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے، وہ عموماً مندرجہ ذیل ۲ دلائل پیش کرتے ہیں:

☆ اَلَّا تَـزِرُ وَازِرَـةٌ وِّزْرَ اُخْـرٰى. وَاَنْ لَّيْـسَ لِلْاِنْسَـانِ اِلَّا مَـا سَعٰى کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ (سورہ النجم ۳۸ ۔ ۳۹)

اگر اس آیت کے عموم سے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچ سکتا ہے تو پھر ایصال ثواب، قربانی اور حج بدل وغیرہ کرنا سب ناجائز ہوجائیں گے، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار حتی کہ نمازِ جنازہ بھی بے معنی ہوجائے گی، کیونکہ یہ اعمال بھی اُس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جارہی ہے۔ بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ لیکن باپ یا بیوی یا کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص ان کی جنازہ کی نماز پڑھتا ہے یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے یا ان کی طرف سے حج یا عمرہ کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاک

کلام کی تلاوت کر کے اس کا ثواب میت کو پہونچاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اِس عمل کو قبول فرما کر میت کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا ان شاء اللہ، خواہ میت گناہ گار ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میت کو ثواب نہیں ملا تو ان شاءاللہ ان اعمال کو کرنے والے کی طرف اس کا اجر پلٹ کر آئے گا، جس طرح منی آرڈر اگر پانے والے کو نہیں ملتا ہے تو بھیجنے والے کو واپس مل جاتا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے انتقال کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل: صدقۂ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک لڑکے کی دعا جو وہ اپنے والد کے لئے کرے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

آپ ﷺ کا یہ ارشاد صرف ان مذکورہ تین اعمال کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے۔ اگر اس حدیث کو عام رکھا جائے تو بیٹے کی ماں کے لئے یا بھائی کی بہن کے لئے یا کسی شخص کی اپنے متعلقین اور رشتہ داروں کے لئے دعا، استغفار اور جنازہ کی نماز سب بے معنی ہوجائیں گی۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر اور عصر کی پابندی کرلی تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (بخاری، مسلم) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان دو وقت کی نماز کی پابندی کرلیں، باقی جو چاہیں کریں، ہمارا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ان دو نمازوں کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے کیونکہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ ضرور دیگر نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا،

اورنمازوں کا واقعی اہتمام کرنے والا دیگرارکان کی ادائیگی کرنے والا بھی ہوگا، ان شاءاللہ۔
اسی طرح اس حدیث میں ان تین اعمال کی صرف خاص اہمیت بتلائی گئی ہے۔

خلاصۂ کلام: جیسا کہ ابتداء میں تحریر کیا گیا ہے کہ شریعت اسلامیہ کا واضح حکم موجود ہونے کی وجہ سے روزمرہ کے ۸۰ فیصد پریکٹیکل مسائل میں امت مسلمہ متفق ہے، جس میں کسی طرح کا کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ البتہ بعض مندرجہ بالا اسباب کی وجہ سے روزمرہ کے ۲۰ فیصد پریکٹیکل مسائل میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے، جن کا نہ آج تک کوئی حل ہوا ہے اور نہ ہی حل کی بظاہر کوئی خاص امید ہے، اور نہ ہی ہمیں اِن مختلف فیہ مسائل کو حل کرنے کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ اس کا حل کل قیامت کے روز ہی ہوگا جیسا کہ سعودی عرب کے مشہور عالم دین شیخ ڈاکٹر عائض القرنی نے ہندوستان کے حالیہ سفر کے دوران اپنی تقریر کے دوران فرمایا تھا۔

لہذا ہمیں اختیار ہے کہ ہم جن علماء کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں یا جن سے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرتے ہیں، انہی علماء کی سرپرستی میں ان ۲۰ فیصد مسائل پر دوسری رائے کا احترام کرتے ہوئے عمل کریں، الّا یہ کہ دوسری رائے شریعتِ اسلامیہ کے واضح احکامات کے خلاف ہو۔

انہی مختلف فیہ مسائل میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچنے کا مسئلہ ہے۔ علماء وفقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ جبکہ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ حج، زکاۃ، قربانی اور صدقات کی طرح قرآن کریم پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام

احمد ابن حنبلؒ ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ کے بعض اصحاب کی رائے بھی یہی ہے کہ میت کو قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے، جیسا کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب الاذکار اور امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں تحریر فرمایا ہے۔ امام حافظ قاضی القضاۃ تقی الدین السبکی الشافعیؒ نے اپنی کتاب "قضاء الارب فی اسئلة حلب" میں قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔
علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ، جزء ۲۴)۔ امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد امام ابوبکر المروزیؒ نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا ہے کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو آیت الکرسی، پھر تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھو۔ اس کے بعد کہو کہ یا اللہ اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہونچا۔ (المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد)۔ سعودی عرب کی مجلس قضاء اعلیٰ کے سابق صدر شیخ عبداللہ بن محمد بن حمیدؒ نے اس موضوع پر ۱۶ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ تحریر فرمایا ہے جس میں علماء کے اقوال دلائل کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں کہ اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے۔
کیونکہ احادیث سے مالی اور مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیابت کا واضح ثبوت ملتا ہے، جس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے۔ رہی خالص بدنی عبادت تو متعدد احادیث سے اس میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیکیوں کی بعض اقسام کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ نیز قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ قرآن کریم کی تلاوت کر کے میت کو اس کا ثواب پہونچانے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ نیز آدمی جس طرح مزدوری کر کے

مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے بجائے فلاں شخص کو دے دو، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کرکے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرسکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کردیا جائے۔ لہذا ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کرکے اپنے مُردوں کو اس کا ثواب پہنچانا چاہیئے، لیکن اس کے لئے کسی وقت کی تعیین کرنا غلط ہے، بلکہ جب بھی موقع ملے اور جتنی توفیق ہو، قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں اور میت کو اس کا ثواب پہونچائیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

قرآن کریم کو چھونے یا چھوکر پڑھنے کے لئے وضو ضروری ھے

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یعنی اُس کی مخلوق نہیں بلکہ صفت ہے۔ کلام الٰہی لوح محفوظ میں ہمیشہ سے ہے اور یہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے کلاموں میں سب سے افضل واعلیٰ اپنا پاک کلام یعنی قرآن مجید قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے سارے انسانوں میں سب سے افضل واعلیٰ حضور اکرم ﷺ کے اوپر سب سے زیادہ مقرب فرشتہ کے ذریعہ نازل فرمایا ہے۔ اس پاک کلام کے نزول کی ابتداء سب سے افضل مہینہ یعنی رمضان المبارک کی سب سے افضل رات یعنی لیلۃ القدر میں ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں جنتیوں کے سامنے خود اپنے پاک کلام کی تلاوت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت بھی بے شمار انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنی ہے، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ تاریخ کی کتابوں میں قلمبند ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہم جب بھی قرآن کریم کی تلاوت کریں یا اس کو چھوئیں تو کلام الٰہی کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ہم باوضو ہوں۔ یعنی ہمیں اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے کہ تلاوت قرآن کے وقت حدث اصغر وحدث اکبر سے پاک وصاف ہوں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم کو چھوئے بغیر زبانی پڑھنا چاہتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ وضو ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص قرآن کریم صرف چھونا چاہتا ہے یا چھوکر پڑھنا چاہتا ہے جس طرح ہم

عموماً قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور علماء کی رائے ہے کہ وضو کا ہونا شرط ہے یعنی ہم بے وضو قرآن کریم کو چھو نہیں سکتے ہیں۔ متعدد صحابۂ کرام، تابعین عظام حتی کہ چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے۔ علماء احناف، برصغیر کے علماء کرام اور سعودی عرب کے مشائخ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ بے وضو قرآن کریم چھوا نہیں جا سکتا۔ جمہور علماء نے اس کے لئے قرآن وحدیث کے متعدد دلائل پیش فرمائے ہیں، یہاں اختصار کے مدنظر صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر اکتفاء کر رہا ہوں:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ **لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ** (سورۃ الواقعہ، آیت نمبر ۷۹) اس کو (یعنی قرآن کریم کو) وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں۔ اس آیت سے مفسرین نے دو مفہوم مراد لئے ہیں۔

۱) قرآن کریم کو لوح محفوظ میں پاک فرشتوں کے سوا کوئی اور چھو نہیں سکتا ہے۔

۲) جو قرآن کریم حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے یعنی وہ مصحف جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کو صرف پاکی کی حالت میں ہی چھوا جا سکتا ہے۔ اس آیت کی دوسری تفسیر کے مطابق بغیر طہارت کے قرآن کریم کو چھونا یا چھو کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ جو تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن کریم پڑھتے ہوئے پایا تو اوراق قرآن کو دیکھنا چاہا، ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراق قرآن اُن کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا تھا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر غسل کیا، پھر قرآن کریم کے

اوراق پڑھے۔اس واقعہ سے بھی اسی دوسری تفسیر کی ترجیح ہوتی ہے۔اور جن احادیث میں غیر طاہر کو قرآن کریم کے چھونے سے منع کیا گیا ہے، ان احادیث کو بھی علماء کرام نے اس دوسری تفسیر کی ترجیح کے لئے پیش فرمائی ہیں۔

☆ اس باب میں متعدد احادیث ہیں، لیکن طوالت سے بچنے کے لئے ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو تحریر کیا کہ قرآن کریم کو طہارت کے بغیر نہ چھوا جائے۔ (موطا مالک۔ باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن) (دارمی۔ باب لا طلاق قبل النکاح) یہ حدیث مختلف سندوں سے احادیث کی متعدد کتابوں میں وارد ہوئی ہے اور جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

کتب حدیث میں متعدد صحابۂ کرام سے بھی یہی منقول ہے کہ قرآن کریم کو چھونے کے لئے وضو شرط ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر قرآن کریم پڑھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، مگر بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ یہی رائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص) حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت شعبی اور حضرت قاسم بن محمد رحمہم اللہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (المغنی لابن قدامہ) البتہ قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر یعنی یاد سے پڑھنا ان سب کے نزدیک بے وضو جائز تھا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مشہور ومعروف چاروں ائمہ کی آراء:

مسلک حنفی کی تشریح امام علاء الدین کاسانی حنفیؒ نے بدائع الصنائع میں یوں تحریر کی ہے: جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں۔ البتہ کسی کپڑے کے ساتھ قرآن کریم کو چھوا جا سکتا ہے۔

مسلک شافعی کو امام نوویؒ نے المنہاج میں اس طرح ذکر کیا ہے: نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو چھونا بھی وضو کے بغیر حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کی جلد کو چھونا بھی ممنوع ہے۔ بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اور بے وضو آدمی اگر قرآن پڑھے تو لکڑی یا کسی اور چیز سے وہ اس کا ورق پلٹ سکتا ہے۔

مالکیہ کا مسلک جو الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ مصحف کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو شرط ہے۔

شیخ ابن قدامہؒ حنبلی نے تحریر کیا ہے کہ جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں قرآن یا اس کی پوری آیت کو پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بسم اللہ، الحمدللہ وغیرہ کہنا جائز ہے کیونکہ اگرچہ یہ بھی کسی نہ کسی آیت کے اجزاء ہیں مگر ان سے تلاوتِ قرآن مقصود نہیں ہوتی۔ رہا قرآن کو ہاتھ لگانا تو وہ کسی حال میں وضو کے بغیر جائز نہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی یہی تحریر فرمایا کہ بغیر وضو کے قرآن کریم نہیں چھونا چاہئے، اور یہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام کی رائے تھی اور کسی ایک صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں۔ (مجمع الفتاویٰ ۲۱/۲۲۶ ۔

(۲۱/۲۸۸

شیخ حافظ ابن البرؒ نے تحریر فرمایا کہ تمام علماء امت کا اتفاق ہے کہ مصحف چھونے کے لئے وضوضروری ہے۔ (الاستذکار ۸/۱۰)

غرضیکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور محدثین، مفسرین، فقہاء وعلماء کرام اور چاروں ائمہ نے یہی کہا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔ اس طرح امت مسلمہ کا تقریباً ۹۵ فیصد اس بات پر متفق ہے کہ مصحف کو چھونے کے لئے وضو کا ہونا شرط ہے۔ جن چند حضرات نے بغیر وضو کے قرآن کریم چھونے کی اجازت دی ہے، انہوں نے بھی یہی ترغیب دی ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم نہیں چھونا چاہئے۔ غرضیکہ ہمیں بغیر وضو کے قرآن کریم نہیں چھونا چاہئے اور نہ ہی مصحف سے قرآن کریم کی تلاوت بغیر وضو کے کرنی چاہئے۔

سعودی علماء کے فتاوے:

سعودی عرب کے سابق مفتی شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے: جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں کہ مسلمان بغیر وضو کے قرآن کریم کو چھوئے۔ اور چاروں ائمہ کی بھی یہی رائے تھی۔ اور صحابۂ کرام بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اس باب میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو تحریر فرمایا: اَنْ لَا یَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا طَاهِر کوئی شخص بغیر وضو کے قرآن کریم نہ چھوئے۔ یہ صحیح حدیث ہے اور مختلف سندوں

سے وارد ہوئی ہے، اور ایک سند کو دوسری سند سے تقویت حاصل ہوئی ہے۔ غرضیکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ حدث اصغر وحدث اکبر (یعنی چھوٹی وبڑی ناپاکی) سے طہارت کے بغیر مصحف چھوئے۔ اسی طرح اگر قرآن کریم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے تب بھی وضو کا ہونا شرط ہے، ہاں اگر کسی کپڑے وغیرہ سے مصحف (قرآن کریم) کو چھو رہے ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اپنی یاد سے قرآن کریم بغیر وضو کے پڑھ سکتے ہیں، لیکن اگر کسی شخص کو غسل کی ضرورت پڑ گئی تو پھر وہ اپنی یاد سے بھی قرآن کریم نہیں پڑھ سکتا ہے۔

سعودی عرب کے ایک بڑے عالم دین شیخ محمد صالح بن عثیمینؒ نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔

قرآن کریم پڑھنے کے لئے وضو شرط نہیں ہے البتہ قرآن کریم کو چھونے کے لئے وضو ضروری ہے۔ ہاں رومال وغیرہ کے ذریعہ بغیر وضو کے مصحف کو چھوا جا سکتا ہے۔ جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو اکثر علماء نے بچوں کے لئے اجازت دی ہے کہ وہ بغیر وضو کے قرآن کریم کو چھو کر پڑھ سکتے ہیں۔ جبکہ بعض علماء کی رائے میں بچوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بغیر وضو کے قرآن کریم نہ چھوئیں، کیونکہ یہ قرآن کا احترام ہے جو ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر بچے بھی باوضو قرآن کو چھوئیں تو بہتر وافضل ہے لیکن اگر کوئی بچہ بغیر وضو کے چھو لے تو کوئی حرج نہیں انشاء اللہ۔

سعودی عرب کے ایک جید عالم ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق اپنے کلام میں ارشادفرمایا: (لَا یَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ)۔بعض علماء نے فرمایا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں مطہرون سے مراد ملائکہ یعنی فرشتے ہیں، صحیح بھی یہی ہے، لیکن مومنین کو بھی چاہئے کہ وہ فرشتوں کی مشابہت کر کے بغیر طہارت کے قرآن کریم کو نہ چھوئیں۔شیخ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) نے قرآن کریم کے چھونے کے لئے وضو کو ضروری قرار دینے کا فتوی دیا ہے، یعنی طہارت کے بغیر قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔اسی طرح حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے جس کو نسائی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کو طہارت کے بغیر نہ چھوا جائے۔یعنی حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کو چھونے کے لئے وضو کو ضروری قرار دیا۔ جہاں تک مصحف کے چھوئے بغیر قرآن کریم پڑھنے کا معاملہ ہے تو بغیر وضو کے قرآن کریم پڑھا جا سکتا ہے، لیکن اگر غسل کی ضرورت ہوگئی تو پھر قرآن کریم کسی بھی طرح نہیں پڑھا جا سکتا ہے۔

سعودی عرب کے ایک مشہور و معروف عالم خالد بن عبداللہ مصلح (القصیم) نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام پیش ہے: مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، جمہور علماء خاص کر چاروں ائمہ کی رائے ہے کہ بغیر وضو کے مصحف نہیں چھویا جا سکتا جیسا کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی حدیث (لَا یَمَس الْقُرْآنَ اِلَّا طَاهِر) میں وارد ہے۔حافظ ابن عبدالبرؒ نے

کہا کہ اس حدیث کی بہت شہرت کی وجہ سے محدثین سے اسے قبول کیا۔ بعض فقہاء نے قرآن کریم کی آیت (لَا یَمَسُّہُ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ) سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ محل نظر ہے لیکن پھر بھی فرشتوں کی طرح مومنین کو بھی باوضو ہی قرآن کریم چھونا چاہئے۔

غرضیکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور محدثین، مفسرین، فقہاء وعلماء کرام اور چاروں ائمہ نے یہی کہا ہے کہ بغیر وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔

جُنبی اور حائضہ عورت کے لئے قرآن کی تلاوت ناجائز

اگرکسی مرد یا عورت کوغسل کی حاجت ہوجائے یعنی جنبی یا عورت حیض (ماہواری) کی حالت میں ہوتو قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور محدثین، مفسرین، فقہاء وعلماء کرام کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے جائزنہیں کہ وہ قرآن کریم کو چھوئے یا چھوکر تلاوت کرے۔ متعدد صحابۂ کرام، تابعین عظام اور چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی فرمایا ہے۔ علماء احناف، برصغیر کے علماء کرام اور سعودی عرب کے مشائخ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ ناپاک مرد وعورت، اسی طرح وہ عورت جس کو ماہواری آرہی ہو اس کے لئے جائزنہیں کہ وہ قرآن کریم چھوئے یا قرآن چھوکر اس کی تلاوت کرے۔ جمہور علماء نے اس کے لئے قرآن وحدیث کے متعدد دلائل پیش فرمائے ہیں، من جملہ ان دلائل میں سے قرآن کریم (سورۃ الواقعہ، آیت نمبر ۷۹) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اس کو (یعنی قرآن کریم کو) وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں۔ اس آیت سے مفسرین نے دو مفہوم مراد لئے ہیں۔

۱) قرآن کریم کو لوح محفوظ میں پاک فرشتوں کے سوا کوئی اور چھو نہیں سکتا ہے۔

۲) جو قرآن کریم حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے یعنی وہ مصحف جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کو صرف پاکی کی حالت میں ہی چھوا جاسکتا ہے۔

دوسری تفسیر کے مطابق واضح طور پر معلوم ہوا کہ ناپاکی (یعنی حدث اصغر وحدث اکبر) کی حالت میں قرآن کریم چھونا جائز نہیں ہے۔ پہلی تفسیر میں جس کو مفسرین نے راجح قرار دیا ہے، اگرچہ ایک خبر دی جارہی ہے کہ قرآن کریم کو لوح محفوظ میں پاک فرشتوں کے سوا کوئی

اور چھو نہیں سکتا ہے، مگر ہمارے لئے واضح طور پر یہ پیغام ہے کہ جب لوح محفوظ میں پاک فرشتے ہی اس کو چھو سکتے ہیں تو ہم دنیا میں ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کو کیسے چھو سکتے ہیں۔ نیز قرآن کریم کے پہلے مفسر اور ساری انسانیت میں سب سے افضل واعلیٰ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں بھی یہی تعلیم ملتی ہے کہ ناپاکی کی حالت میں نیز وضو کے بغیر قرآن کریم کو نہ چھوئیں اور نہ چھو کر تلاوت کریں۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو تحریر کیا کہ قرآن کریم کو طہارت کے بغیر نہ چھوا جائے۔ (موطا مالک۔ باب الامر بالوضوء لمن مس القرآن) (دارمی۔ باب لا طلاق قبل النکاح) یہ حدیث مختلف سندوں سے احادیث کی متعدد کتابوں میں وارد ہوئی ہے اور جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حائضہ (یعنی وہ عورت جس کو ماہواری آرہی ہو) اور جنبی (یعنی جس پر غسل واجب ہوگیا ہے) قرآن کریم سے کچھ بھی نہ پڑھے۔ (ترمذی ۱۳۱، ابن ماجہ ۵۹۵، دارقطنی ۱/۱۱۷، بیہقی ۱/۸۹)

صحابۂ کرام وتابعین کے درمیان یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ ناپاکی کی حالت میں اور بے وضو قرآن کریم کو نہیں چھوا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام اور تابعین کے اقوال حدیث کی مشہور کتاب: **مصنف ابن ابی شیبہ . باب الرجل علی غیر وضوء والحائض یمسان المصحف** اور **مصنف بن عبدالرزاق . باب ھل تذکر اللہ الحائض والجنب**) میں مذکور ہیں۔

غرضیکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور محدثین، مفسرین، فقہاء وعلماء کرام اور چاروں ائمہ نے یہی کہا ہے کہ بغیر وضو، اسی طرح ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے۔ ہاں حضور اکرم ﷺ کے اقوال کی روشنی میں فقہاء وعلماء نے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم کو چھوئے بغیر صرف زبانی پڑھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے وضوضروری نہیں ہے۔ لیکن ناپاکی کی حالت میں یعنی اگر کسی مرد یا عورت پر غسل واجب ہوگیا ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں جمہور علماء کا اجماع ہے کہ پھر قرآن کریم کی زبانی بھی تلاوت نہیں کی جاسکتی ہے۔

حائضہ (یعنی وہ عورت جس کو ماہواری آرہی ہو) کے بارے میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے محدث وفقیہ شیخ نعمان بن ثابتؒ (امام ابوحنیفہ)، علماء احناف، ہندوپاک کے علماء اور دیگر محدثین ومفسرین نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان (حائضہ اور جنبی قرآن کریم سے کچھ بھی نہ پڑھے) اور دیگر دلائل کی روشنی میں فرمایا ہے کہ جنبی کی طرح حائضہ بھی قرآن کریم کو زبانی نہیں پڑھ سکتی ہے۔ بعض علماء کرام نے مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دے کر اجازت دی ہے کہ حائضہ عورت صرف زبانی قرآن کریم کی تلاوت کرسکتی ہے۔ مگر غور طلب بات یہ ہے کہ جنبی اور حائضہ عورت کا متعدد مسائل میں ایک ہی حکم ہے، مثلاً مسجد میں دخول یا بیٹھنا، نماز پڑھنا اور طواف کرنا اور مصحف چھوکر تلاوت کرنا دونوں کے لئے جائز نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو اس مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دے کر حائضہ عورت کے لئے زبانی طور پر تلاوت کی اجازت دینا محل نظر ہے۔ ہاں اگر کوئی عورت قرآن کی آیت مثلاً (**سبحان الذی سخرنا لنا هذا وما كنا له مقرنين**) کوذکر یا (**ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی**

الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) کو دعا کے طور پر پڑھ رہی ہے تو پھر جائز ہے۔

خلاصۂ کلام : خیر القرون سے عصر حاضر تک کے جمہور محدثین، مفسرین وفقہاء وعلماء کرام کا اتفاق ہے کہ جنبی کی طرح حائضہ عورت کے لئے قرآن کریم کی چھوکر تلاوت کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ بغیر وضو کے کسی بھی مرد یا عورت کے لئے قرآن کریم کو چھونا یا چھوکر تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء کی رائے میں حدیث کی مشہور ومعروف کتابوں (ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی اور دیگر کتب حدیث) میں وارد حضور اکرم ﷺ کے فرمان (حائضہ اور جنبی قرآن کریم سے کچھ بھی نہ پڑھے) کی روشنی میں جنبی اور حائضہ عورت کے لئے زبانی بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔

حجیت حدیث

اُس کلام کو حدیث کہا جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا کسی صحابی کے عمل پر آپ ﷺ کے سکوت، یا آپ ﷺ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہو۔ حجیت کے معنی استدلال (کسی حکم کو ثابت کرنا) کرنے کے ہیں، یعنی قرآن کریم کی طرح حدیث نبوی سے بھی عقائد واحکام وفضائل اعمال ثابت ہوتے ہیں، البتہ اس کا درجہ قرآن کریم کے بعد ہے۔ جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی ہے کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آئے گا۔ خدائی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے مگر اس کے نبی کے کلام کو تسلیم نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں صاف صاف بیان فرمادیا: فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (سورۃ الانعام ۳۳) پس اے نبی! یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں۔ غرضیکہ قرآن کریم پر ایمان اور اس کے مطابق عمل کرنے کی طرح احادیث نبویہ پر ایمان لانا اور ان کے مطابق زندگی گزارنا ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عہدہ دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے جس چیز کی حلت کا اعلان ہوگیا وہ حلال ہے اور جس کو آپ ﷺ نے حرام فرمادیا وہ حرام ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اپنے پاک کلام میں بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے پہلے مفسر حضور

اکرم ﷺ ہیں، جن کی اطاعت قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لئے لازم اور ضروری ہے اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت آپ ﷺ کے اقوال وافعال کے مطابق زندگی گزارنا ہی تو ہے اور آپ ﷺ اقوال وافعال ہمیں ذخیرۂ حدیث میں ہی تو ملتے ہیں۔

حجیت حدیث قرآن کریم سے:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں متعدد مرتبہ حدیث رسول ﷺ کے قطعی دلیل ہونے کو بیان فرمایا ہے، جن میں سے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَکَّرُوْنَ (سورۂ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔

☆ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوا فِيْهِ (سورۂ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے اتاری ہے کہ آپ ان کے لئے ہر چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر بیان فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسر اول حضور اکرم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ آپ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ ان دونوں مذکورہ آیات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ کہیں فرمایا: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾، کہیں فرمایا: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه﴾، کسی جگہ ارشاد ہے:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ و الرَّسُوْلَ﴾ اور کسی آیت میں ارشاد ہے: ﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾۔ ان سب جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ فرمانِ الٰہی کی تعمیل کرو اور ارشاد نبوی ﷺ کی اطاعت کرو۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، اگر ان پر ہم شک وشبہ کریں تو گویا ہم قرآن کریم کی سینکڑوں آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

☆ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ، وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنَاکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا (سورۃ النساء ۸۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

☆ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (سورۃ آل عمران ۳۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کو حب الٰہی کا معیار قرار دیا یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی! لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو

میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء ۱۳۔۱۴) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَاباً اَلِيْماً (سورۃ الفتح ۱۷) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیرے گا، اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ فرمایا۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورۃ النساء ۶۹) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا حشر انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

☆ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيْناً (سورۂ الاحزاب ۳۶) کسی مومن مرد و مومنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

☆ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً (سورۂ النساء ۶۵) (اے میرے نبی!) تیرے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی نافرمانی کو عدم ایمان کی نشانی اور آپ ﷺ کی اطاعت کو ایمان کی علامت قرار دیا۔

☆ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ آل عمران ۱۶۴) حقیقت یہ

ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ رسول کا کام صرف کتاب پہنچانا نہیں تھا، بلکہ اللہ کی کتاب سنا کر اس کے احکام کو سیکھانا بھی تھا۔ نیز لوگوں کا تزکیہ کرنا بھی آپ کی بعثت کے مقاصد میں تھا۔ تزکیہ صرف کتاب ہاتھ میں دینے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے قول وعمل سے رہنمائی ضروری ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ نبی لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد قول وعمل سے لوگوں کی رہنمائی یعنی حدیث نبوی۔

☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (سورۃ الانفال ۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

☆ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (سورۃ الاعراف ۱۵۷) رسول امی ان کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال قرار دیتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حلال قرار دینے والا اور حرام قرار دینے والا بتایا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عہدہ دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے جس چیز کی حلت کا اعلان ہوگیا وہ حلال ہے اور جس کو آپ ﷺ نے حرام فرمادیا وہ حرام ہے۔

☆ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً (سورۃالاحزاب۲۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔یعنی نبی اکرم ﷺ کی زندگی جو احادیث کے ذخیرہ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ ہم اپنی زندگیاں اسی نمونہ کے مطابق گزاریں۔

☆ وَمَن يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِن بَّعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيْراً (سورۃالنساء۱۱۵) اس آیت میں اللہ حکم رسول ﷺ اور سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی سزا سناتے ہوئے فرماتا ہے: جو شخص رسول کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور کے راستے پر چلے جبکہ ہدایت اس پر واضح ہوچکی ہے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے، جو بدترین ٹھکانا ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، ان پر اگر ہم شک وشبہ کرنے لگیں تو گویا یا تو ہم قرآن کریم کی اِن مذکورہ تمام آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا

ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

حجیت حدیث نبی اکرم ﷺ کے اقوال سے:

سارے انبیاء کے سردار وآخری نبی حضور اکرم ﷺ نے بھی قرآن کریم کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے، حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات تواتر کے ساتھ موجود ہیں، ان میں سے صرف تین احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ومسلم) ☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے باز آجاؤ اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کی تعمیل کرو۔ (بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! دخولِ جنت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (دخول جنت سے) انکار کیا۔ (بخاری ومسلم)

حجیت حدیث اجماع سے:

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد صحابۂ کرام کے عمل سے امت مسلمہ نے سنت رسول ﷺ کے حجت ہونے پر اجماع کیا ہے، کیونکہ صحابۂ کرام کسی بھی مسئلہ کا حل

پہلے قرآن کریم میں تلاش کیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ کی سنت میں۔ اسی وجہ سے جمہور علماء کرام نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں، جیسا کہ سورۂ النجم کی ابتدائی آیات ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے) سے معلوم ہوتا ہے:

(۱) وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن کریم، جس کا ایک ایک حرف کلام الٰہی ہے۔

(۲) وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے، یعنی سنت رسول ﷺ، جس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں، البتہ بات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

بعض حضرات قرآن کریم کی چند آیات مثلاً ﴿تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۂ النحل ۸۹) اور ﴿تَفْصِيلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۂ الانعام ۱۵۴) سے غلط مفہوم لے کر یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہر مسئلہ کا حل ہے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حدیث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث رسول ﷺ بھی قرآن کریم کی طرح شریعتِ اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں متعدد مقامات پر مکمل وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل سے بھی احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں عموماً احکام کی تفصیل مذکور نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے اقوال واعمال سے ان مجمل احکام کی تفصیل بیان کی ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نبی ورسول کو بھیجتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے اقوال واعمال سے امتیوں کے لئے

بیان کرے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر نماز پڑھنے،رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے،لیکن نماز کی تفصیل قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے کہ ایک دن میں کتنی نمازیں ادا کرنی ہیں؟ قیام یا رکوع یا سجدہ کیسے کیا جائے گا اور کب کیا جائے گا؟اور اس میں کیا پڑھا جائے گا؟ ایک وقت میں کتنی رکعت ادا کرنی ہیں؟

اسی طرح قرآن کریم میں زکاۃ کی ادائیگی کا تو حکم ہے لیکن تفصیلات مذکور نہیں ہیں کہ زکاۃ کی ادائیگی روزانہ کرنی ہے یا سال بھر میں یا پانچ سال میں یا زندگی میں ایک مرتبہ؟ پھر یہ زکاۃ کس حساب سے دی جائے گی؟ کس مال پر زکاۃ واجب ہے اور اس کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟

غرضیکہ اگر حدیث کی حجیت پر شک کریں تو قرآن کریم کی وہ سینکڑوں آیات جن میں نماز پڑھنے،رکوع کرنے یا سجدہ کرنے کا حکم ہے یا زکاۃ کی ادائیگی کا حکم ہے،وہ سب نعوذ باللہ بے معنی ہو جائیں گی۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ المائدہ ۳۸) میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹیں یا ایک ہاتھ؟اور اگر ایک ہاتھ کاٹیں تو داہنا کاٹیں یا بایاں؟ پھر اسے کاٹیں تو کہاں سے؟ بغل سے؟ یا کہنی سے؟ یا کلائی سے؟ یا ان کے بیچ میں کسی جگہ سے؟ پھر کتنے مال کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹیں؟اس مسئلہ کی وضاحت حدیث میں ہی ملتی ہے،معلوم ہوا کہ قرآن کریم حدیث کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ الجمعہ) میں یہ ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا

جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کا دن کونسا ہے؟ یہ اذان کب دی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں؟ جمعہ کی نماز کب ادا کی جائے؟ اس کو کیسے پڑھیں؟ خرید وفروخت کی کیا کیا شرائط ہیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت احادیث میں ہی مذکور ہے۔

بعض حضرات سند حدیث کی بنیاد پر ہوئی احادیث کی اقسام یا راویوں کو ثقہ قرار دینے میں محدثین وفقہاء کے اختلاف کی وجہ سے حدیث رسول ﷺ کو ہی شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم قیامت تک آنے والے تمام عرب وعجم کی رہنمائی کے لئے نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں (مثلاً سورۂ النحل ۴۴، ۶۴) پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی ہے، اس کے معانی ومفاہیم جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی کل قیامت تک محفوظ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معنی ومفہوم کی حفاظت بھی مطلوب ہے ورنہ نزول قرآن کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ احادیث کے ذخیرہ میں بعض باتیں غلط طریقہ سے نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔ لیکن محدثین وعلماء کی بے لوث قربانیوں سے تقریباً تمام ایسے غلط اقوال کی تحدید ہوگئی ہے جو حدیث کے کامل ذخیرہ کا ادنی سا حصہ ہے۔

جہاں تک راویوں کے سلسلہ میں محدثین وعلماء کے اختلافات کا تعلق ہے تو اس اختلاف کی بنیاد پر حدیث کی حجیت پر شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اختلاف کا اصل مقصد خلوص کے ساتھ احادیث کے ذخیرہ میں موضوعات کو الگ کرنا اور احکام شرعیہ میں ان ہی احادیث کو قابل عمل بنانا ہے جس پر کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ جہاں کوئی شک وشبہ ہوا تو ان احادیث کو احکام کے بجائے صرف اعمال کی فضیلت کی حد تک محدود رکھا جائے۔
مثلاً مریض کے علاج میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہونے کی صورت میں ڈاکٹری پیشہ کو ہی رد نہیں کیا جاتا ہے۔اسی طرح مکان کا نقشہ تیار کرنے میں انجینئروں کے اختلاف کی وجہ سے انجینئروں کے بجائے مزدوروں سے نقشہ نہیں بنوایا جاتا ہے۔موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی تعلیم وتعلم کے لئے ایک ہی کورس کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ ہر علاقہ میں زندگی گزارنے کے طریقے مختلف ہیں، غرضیکہ زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں اختلاف موجود ہے، ان اختلافات کے باوجود ہم زندگی کے ہی منکر نہیں بن جاتے، تو احادیث کی تقسیم اور راویوں کو ثقہ قرار دینے میں اختلاف کی وجہ سے حدیث کا ہی انکار کیوں؟ بلکہ بسا اوقات یہ اختلافات امت کے لئے رحمت بنتے ہیں کہ زمانے کے خدوخال کے اعتبار سے مسئلہ کا فیصلہ کسی ایک رائے کے مطابق کردیا جاتا ہے۔ نیز ان اختلافات کی وجہ سے تحقیق کا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے۔

خلاصۂ کلام: صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء ومؤرخین غرضیکہ ابتداء اسلام سے عصر حاضر تک' امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن کے بعد حدیث اسلامی قانون کا دوسرا اہم وبنیادی ماخذ ہے اور حدیث نبوی

بھی قرآن کریم کی طرح شریعت اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ نیز قرآن کریم میں ایک جگہ بھی یہ مذکورہ نہیں ہے کہ صرف اور صرف قرآن کریم پر عمل کرو۔ غرضیکہ احکام قرآن پر عمل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ آپ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری بحسن خوبی انجام دی ہے۔ مگر عصر حاضر میں مستشرقین نے توریت وانجیل کی حفاظت وتدوین کے طریقوں پر چشم پوشی کر کے حدیث نبوی کی حفاظت وتدوین پر اعتراضات کئے ہیں، مگر وہ حقائق کے بجائے صرف اور صرف اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے، آمین۔

شریعت اسلامیہ میں حدیث کا مقام

حدیث وہ کلام ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا کسی صحابی کے عمل پر آپ ﷺ کے سکوت یا آپ ﷺ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہو۔ صحابۂ کرام وتابعین و تبع تابعین ومحدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء ومؤرخین غرضیکہ ابتداء اسلام سے عصر حاضر تک' امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن کے بعد حدیث' اسلامی قانون کا دوسرا اہم وبنیادی ماخذ ہے اور حدیث نبوی بھی قرآن کریم کی طرح شریعت اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے مثلاً وَاَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَکَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول کی اطاعت احادیث پر عمل کرنا ہی تو ہے۔ غرضیکہ احکام قرآن پر عمل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ آپ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ نبی ورسول کی بعثت کا بنیادی مقصد احکام الٰہی کو اپنے قول وعمل کے ذریعہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔

جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی ہے کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آئے گا۔

حدیث، مذکورہ مقاصد میں سے کسی ایک مقصد کے لئے ہوتی ہے:

۱) قرآن کریم میں وارد عقائد واحکام ومسائل کی تاکید۔

۲) قرآن کریم میں وارد عقائد واحکام ومسائل کے اجمال کی تفصیل۔

۳) قرآن کریم کے ابہام کی وضاحت۔

۴) قرآن کریم کے عموم کی تخصیص۔

۵) بعض دیگر عقائد واحکام ومسائل کا ذکر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ الحشر آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرمادیا (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) جس کا حکم نبی اکرم ﷺ دیں اس کو بجالاؤ اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

حدیث کی قسمیں: سند حدیث (جن واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کا قول یا عمل یا تقریر یا آپ ﷺ کی کوئی صفت امت تک پہونچی ہے) کے اعتبار سے حدیث کی

مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے تین اہم اقسام حسب ذیل ہیں:

صحیح: وہ حدیث مرفوع جس کی سند میں ہر راوی علم وتقویٰ دونوں میں کمال کو پہونچا ہوا ہو، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی ہو۔ نیز حدیث کے متن میں کسی دوسرے مضبوط راوی کی روایت سے کوئی تعارض بھی نہ ہو، اور کوئی دوسری علت (نقص) بھی نہ ہو۔

صحیح کا حکم: جمہور محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء کا ان احادیث سے عقائد واحکام ثابت کرنے میں اتفاق ہے۔

حسن: وہ حدیث مرفوع جس کی سند میں ہر راوی تقویٰ میں تو کمال کو پہونچا ہوا ہو، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث بھی سنی ہو، نیز حدیث کے متن میں کسی دوسرے مضبوط راوی کی روایت سے کوئی تعارض بھی نہ ہو۔ لیکن کوئی ایک راوی علم میں اعلیٰ پیمانہ کا نہ ہو۔

حسن کا حکم: جمہور محدثین ومفسرین وعلماء کا ان احادیث سے عقائد واحکام ثابت کرنے میں اتفاق ہے، البتہ اس کا درجہ صحیح سے کم ہے۔

ضعیف: حدیث حسن کی شرائط میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو۔

ضعیف کا حکم: احادیث ضعیفہ سے احکام وفضائل میں استدلال کے لئے فقہاء وعلماء ومحدثین کی تین رائے ہیں:

۱) احادیث ضعیفہ سے احکام وفضائل دونوں میں استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۲) احادیث ضعیفہ سے احکام وفضائل دونوں میں استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۳) عقائد یا احکام تو ثابت نہیں ہوتے، البتہ قرآن یا احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ اعمال کی فضیلت کے لئے احادیث ضعیفہ قبول کی جاتی ہیں۔ جمہور محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء کی یہی رائے ہے، مشہور محدث امام نوویؒ نے علماء امت کا اس پر اجماع ہونے کا ذکر کیا ہے۔

﴿نوٹ﴾ حدیث کی اصطلاح میں صحیح' غلط یا باطل کے مقابلہ میں استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ صحیح کا مطلب' ایسی حدیث جس کی سند میں ذرہ برابر کسی بھی نوعیت کی کوئی کمی نہ ہو اور تمام راوی علم وتقوی میں کمال کو پہنچے ہوئے ہوں، جبکہ حدیث حسن کا مطلب ہے کہ جو صحیح کے مقابلہ میں درجہ میں کچھ کم ہو، ضعیف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند کے کسی راوی میں کچھ ضعف ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ غرضیکہ ضعیف حدیث بھی صحیح حدیث کی ایک قسم ہے۔ ضعیف حدیث میں ضعف عموماً معمولی درجہ کا ہی ہوتا ہے۔ ذخیرہ حدیث میں اگرچہ کچھ موضوعات بھی شامل ہوگئی ہیں لیکن وہ تعداد میں بہت زیادہ نہیں ہیں، نیز محدثین وعلماء نے دن رات کی جدوجہد سے ان کی نشاندھی بھی کردی ہے۔

ضعیف حدیث بھی صحیح حدیث کی ایک قسم ہے:

خیر القرون سے آج تک اصطلاح حدیث میں صحیح کے مقابلہ میں موضوع استعمال ہوتا ہے یعنی وہ من گھڑت بات جو حضور اکرم ﷺ کی طرف غلط منسوب کردی گئی ہو، محدثین وعلماء

نے دن رات کی جد و جہد سے ان کی نشاندھی بھی کر دی ہے اور ذخیرہ حدیث میں ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔ جبکہ ضعیف حدیث صحیح حدیث کی ہی ایک قسم ہے لیکن اس کی سند میں کچھ کمزوری کی وجہ سے جمہور علماء اس کو فضائل کے باب میں قبول کرتے ہیں۔ مثلاً سند میں اگر کوئی راوی غیر معروف ثابت ہوا یعنی یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے یا اس نے کسی ایک موقع پر جھوٹ بولا ہے یا سند میں انقطاع ہے (یعنی دو راویوں کے درمیان کسی راوی کا ذکر نہ کیا جائے مثلاً زید نے کہا کہ عمر نے روایت کی حالانکہ زید نے عمر کا زمانہ نہیں پایا، معلوم ہوا کہ یقیناً ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ چھوٹا ہوا ہے) تو اس نوعیت کے شک وشبہ کی وجہ سے محدثین وفقہاء وعلماء احتیاط کے طور پر اس راوی کی حدیث کو عقائد اور احکام میں قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ جو عقائد یا احکام قرآن کریم یا صحیح احادیث سے ثابت ہوئے ہیں ان کے فضائل کے لئے قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ بخاری ومسلم کے علاوہ حدیث کی مشہور ومعروف تمام ہی کتابوں میں ضعیف احادیث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے اور امت مسلمہ ان کتابوں کو زمانۂ قدیم سے قبولیت کا شرف دئے ہوئے ہے، حتی کہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق بخاری کی تعالیق اور مسلم کی شواہد میں بھی چند ضعیف احادیث موجود ہیں۔ امام بخاریؒ نے حدیث کی متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، بخاری شریف کے علاوہ ان کی بھی تمام کتابوں میں ضعیف احادیث کثرت سے موجود ہیں۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم سے قبل اور بعد میں احادیث پر مشتمل کتابیں تحریر کی گئیں مگر ہر محدث نے اپنی کتاب میں ضعیف

حدثیں ذکرفرمائی ہیں۔اسی طرح بعض محدثین نے صرف صحیح احادیث کوذکرکرنے کا اپنے اوپرالتزام کیا مثلاً صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ،مگراس کے باوجودانہوں نے اپنی کتاب میں احادیث ضعیفہ بھی ذکرفرمائیں جواس بات کی واضح دلیل ہے کہ خیرالقرون سے آج تک تمام محدثین نے احادیث ضعیفہ کوقبول کیا ہے۔سب سے مشہور ومعروف تفسیر قرآن (تفسیرابن کثیر) میں اچھی خاصی تعداد میں ضعیف احادیث ہیں لیکن اس کے باوجود تقریباً ۷۰۰سال سے پوری امت مسلمہ نے اس کوقبول کیاہےاوروہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تفسیر ہےاوراس کے بعد میں لکھی جانے والی تفسیروں کے لئے منبع وماخذ ہے۔

اگرضعیف حدیث قابل اعتبار نہیں ہےتو سوال یہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں انہیں کیوں جمع کیا؟اوران کے لئے طویل سفر کیوں کئے؟نیز یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ اگر ضعیف حدیث کوقابل اعتبار نہیں سمجھا جائے گا تو سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کا ایک بڑا حصہ دفن کرنا پڑے گا کیونکہ سیرت اورتاریخ اسلام کا وافر حصہ ایسی روایات پرمبنی ہےجس کی سند میں ضعف ہو۔زمانۂ قدیم سے جمہورمحدثین کا اصول یہی ہے کہ ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہے اورانہوں نے ضعیف حدیث کوصحیح حدیث کی اقسام کے ضمن میں ہی شمار کیا ہے۔مسلم شریف کی سب سے زیادہ مقبول شرح لکھنے والے امام نوویؒ (مؤلف ریاض الصالحین) فرماتے ہیں: محدثین،فقہاءاورجمہورعلماءنے فرمایاہے کہ ضعیف حدیث پرعمل کرنا فضائل اورترغیب وترہیب میں جائز اورمستحب ہے۔(الاذکار،ص ۷۔۸) اسی

اصول کو دیگر علماء و محدثین نے تحریر فرمایا ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: شیخ ملا علی قاریؒ (موضوعات کبیرہ ص ۵، شرح العقاریہ ج ۱ ص ۹، فتح باب العنایہ ۱/۴۹)، شیخ امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ (مستدرک حاکم ج ۱، ص ۴۹۰)، شیخ ابن حجر الہیثمیؒ (فتح المبین، ص ۳۲)، شیخ ابومحمد بن قدامہؒ (المغنی ۱/ ۱۰۴۴)، شیخ علامہ الشوکانیؒ (نیل الاوطار ۳/ ۶۸)، شیخ حافظ ابن رجب حنبلیؒ (شرح علل الترمذی ۱/ ۷۲-۷۴)، شیخ علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ (فتاویٰ ج ۱ ص ۳۹)، شیخ نواب صدیق حسن خانؒ (دلیل الطالب علی المطالب ص ۸۸۹)۔

عصر حاضر میں بعض حضرات جو مسلمانوں کی آبادی کا ایک فیصد بھی نہیں ہیں، اپنے رائے کو امت مسلمہ کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جو وہ کہتے ہیں وہی صرف احادیث صحیحہ پر مبنی ہے اور پوری امت مسلمہ کے اقوال احادیث ضعیفہ پر مبنی ہیں۔ ان کے نقطۂ نظر میں حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا معیار صرف یہ ہے کہ جو وہ کہیں وہی صرف صحیح ہے۔ حالانکہ احادیث کی کتابیں تحریر ہونے کے بعد حدیث بیان کرنے والے راویوں پر باقاعدہ بحث ہوئی، جس کو اسماء الرجال کی بحث کہا جاتا ہے۔ احکام شرعیہ میں علماء وفقہاء کے اختلاف کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ شدید اختلاف محدثین کا راویوں کو ضعیف اور ثقہ قرار دینے میں ہے۔ یعنی ایک حدیث ایک محدث کے نقطہ نظر میں ضعیف اور دیگر محدثین کی رائے میں صحیح ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی حدیث پیش کی جائے تو فوراً عام لوگوں کو بغیر تحقیق کئے ہوئے یہ تبصرہ نہیں کرنا چاہئے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ بہت

زیادہ ممکن ہے کہ وہ حدیث صحیح ہو، جس سے نبی اکرم ﷺ کے قول کا انکار لازم آئے۔ اور اگر کوئی عالم کسی حدیث کو قابل عمل نہیں سمجھتا ہے تو وہ اس پر عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دوسرا مکتب فکر اس حدیث کو قابل عمل سمجھتا ہے اور اس حدیث پر عمل کرنا قرآن وحدیث کے کسی حکم کے مخالف بھی نہیں ہے، تو ہمیں چاہئے کہ ہم تمام مکاتب فکر کی رائے کا احترام کریں، مثلاً ماہ رجب کی ابتداء پر آپ ﷺ سے ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ﴾ پڑھنا ثابت ہے اور یہ حدیث مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی جیسی کتابوں میں موجود ہے جن کو پوری امت مسلمہ نے قبول کیا ہے۔ تو جو علماء اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہیں وہ یہ دعا نہ پڑھیں، لیکن اگر علماء کرام کی ایک جماعت اس حدیث کو قابل عمل سمجھ کر یہ دعا مانگتی ہے تو ان کے بدعتی ہونے کا فتوی صادر کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ اسی طرح علماء، فقہاء اور محدثین کی ایک بڑی جماعت کی رائے ہے کہ ۱۵ ویں شعبان سے متعلق احادیث کے قابل قبول اور امت مسلمہ کا عمل ابتداء سے اس پر ہونے کی وجہ سے ۱۵ ویں شعبان کی رات میں انفرادی طور پر نفل نمازوں کی ادائیگی، قرآن کریم کی تلاوت، ذکر اور دعاؤں کا کسی حد تک اہتمام کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس نوعیت سے ۱۵ ویں شعبان کی رات میں عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ غرضیکہ ضعیف حدیث بھی صحیح حدیث کی ایک قسم ہے اور امت مسلمہ نے فضائل اعمال کے لئے ہمیشہ ان کو قبول کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں حدیث لکھنے کی عام اجازت نہیں تھی تا کہ قرآن وحدیث میں اختلاط نہ پیدا ہوجائے، البتہ انفرادی طور پر صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے احادیث کے صحیفہ تیار کر رکھے تھے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی حدیث لکھنے کا نظم انفرادی طور پر جاری رہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ (۶۱ھ۔۱۰۱ھ) نے اپنی خلافت کے زمانہ (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں احادیث کو جمع کرانے کا خاص اہتمام کیا۔ اس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرلیا گیا تھا جو بعد میں تحریر کی گئیں کتابوں کے لئے اہم مصدر بنا۔

۲۰۰ ہجری سے ۳۰۰ ہجری کے درمیان احادیث لکھنے کا خاص اہتمام ہوا، چنانچہ حدیث کی مشہور ومعروف کتابیں: بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ (جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے) اسی دور میں تحریر کی گئی ہیں، جبکہ موطا امام مالک ۱۶۰ ہجری کے قریب تحریر ہوئی۔ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل ہی ۱۵۰ ہجری میں حضرت امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابت) کی وفات ہوچکی تھی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی کتاب ﴿کتاب الآثار﴾ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل مرتب ہوگئی تھی۔ یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ پوری دنیا میں باقاعدہ لکھنے کے عام معمول ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوا ہے یعنی حدیث کی طرح تفسیر، سیرت اور اسلامی

تاریخ جیسے دینی علوم کی باقاعدہ کتابت ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔اسی طرح عصری علوم اور شعروشاعری بھی ۲۰۰ ہجری سے پہلے دنیا میں عمومی طور پر تحریری شکل میں موجود نہیں تھی کیونکہ کم تعداد ہی پڑھنا لکھنا جانتی تھی۔۲۰۰ ہجری تک تمام علوم ہی حتی کے شاعروں کے بڑے بڑے دیوان بھی صرف زبانی طور پر ایک دوسرے سے منتقل ہوتے چلے آرہے تھے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث کی باقاعدہ کتابیں ۲۰۰ ہجری کے بعد سامنے آئی ہیں تو اس نوعیت کا اعتراض تفسیر قرآن ، سیرت کی کتابوں اور اسلامی تاریخ اور شاعروں کے دیوانوں بلکہ یہ اعتراض دیگر عصری علوم پر بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ باقاعدہ ان کی کتابت ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔۲۰۰ ہجری تک اگرچہ متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی تھیں مگر عام طور پر تمام علوم صرف زبانی ہی پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کے بعد حدیث' اسلامی قانون کا دوسرا اہم و بنیادی ماخذ ہے اور حدیث نبوی بھی قرآن کریم کی طرح شریعت اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے۔حدیث کے بغیر ہم قرآن کو سمجھنا تو در کنار اسلام کے پانچ بنیادی اہم رکن کو بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔

ادیب عرب محمد ﷺ کے اقوال کے الفاظ بعینہ مروی ہیں

اسلام ہی دنیا میں ایسا مذہب ہے جس میں تعلیم کے ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ علم مستند واسطوں سے کس طرح ہمارے پاس پہنچا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے دونوں اہم و بنیادی ذرائع (قرآن وحدیث) کا ایک ایک لفظ کن کن واسطوں سے ہمارے پاس پہنچا ہے، راویوں کے احوال وکوائف کے ساتھ علماء کرام کی بے لوث خدمات سے آج تک محفوظ ہے۔ مدارس میں پڑھائی جانے والی کتب حدیث کی سند کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے، یعنی حدیث کی تشریح وتوضیح کے ساتھ طلبہ کو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ فلاں حدیث حضور اکرم ﷺ، صحابی، تابعی اور کن کن واسطوں کے ذریعہ استاذ اور پھر طالب علم کے پاس پہنچی ہے۔ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ تواتر کے ساتھ یعنی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کے ذریعہ امت مسلمہ کے پاس پہنچا ہے۔ حدیث نبوی کا ایک حصہ تواتر کے ساتھ یعنی ہر زمانہ میں اتنی بڑی تعداد نے اس کو روایت کیا ہے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہے۔ احادیث نبویہ کا قابل قدر حصہ مشہور ہے یعنی روایت کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے، جبکہ احادیث نبویہ کا ایک حصہ اخبار آحاد سے بھی مروی ہے۔ احادیث نبویہ کی یہ مذکورہ اقسام مشہور ومعروف کتب حدیث تحریر کرنے تک ہے، لیکن دوسری اور تیسری صدی ہجری میں مشہور ومعروف کتب حدیث کے امت مسلمہ میں مقبول ہوجانے کے بعد سے تمام ہی احادیث درجات کے اعتبار سے قابل عمل ہیں، الّا یہ کہ ان میں سے کسی کے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ محدثین وعلماء نے ہزاروں صفحات پر مشتمل اسماء الرجال کی بحث کے

ذریعہ موضوعات کو احادیث سے الگ کر دیا ہے جن کی تعداد حدیث کے ذخیرہ میں بہت زیادہ نہیں ہے۔ عقائد و احکام میں ان ہی احادیث کو تسلیم کیا گیا ہے جن کی سند میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہ ہو، جبکہ احادیث ضعیفہ کو قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عمل کی صرف فضیلت کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔

احادیث کو عمومی طور پر لفظ بلفظ ہی نقل کیا گیا ہے، البتہ مستشرقین کا خیال ہے کہ حدیث کے الفاظ کے بجائے حدیث کے مفہوم کو روایت کیا گیا ہے۔ بعض مسلمان بھائی جھوٹ کے پلندوں پر مشتمل مستشرقین کے نام نہاد ریسرچ سے متاثر ہو کر ان کے قول کی کسی حد تک تائید کر دیتے ہیں، حالانکہ مستشرقین کا یہ قول حقائق پر نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔ مستشرقین توریت اور انجیل کی تدوین وحفاظت کے طریقوں پر چشم پوشی کر کے قرآن وحدیث کی جمع وتدوین وحفاظت پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ مشہور ومعروف محدث ہند نژاد سعودی ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی (جنہوں نے مستشرقین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دئے ہیں) کی تحقیق کے مطابق مستشرقین سب کچھ جانتے ہوئے بھی صرف قرآن وحدیث کو مشکوک ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے مختلف مذاہب کی کتابوں کا مقارنہ اگر قرآن وحدیث کی جمع وتدوین وحفاظت سے کیا جائے تو انسان اگر وہ واقعی عقل وشعور رکھتا ہے یہی کہے گا کہ قرآن وحدیث کی جمع وتدوین وحفاظت کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں وہ کسی بھی دوسرے مذہب کی کتاب کی حفاظت کے لئے دور دور تک موجود نہیں ہیں بلکہ قرآن وحدیث کی جمع وتدوین وحفاظت کے اقدامات وتدابیر کا دیگر مذاہب کی کتابوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ حق بات تو یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی

مذہب میں روایت والا نظام موجود ہی نہیں ہے بلکہ انہوں نے چوں چرا کئے بغیر صرف مان لیا ہے، جب کہ علماء ومحدثین نے احادیث کے راویوں پر مکمل بحث کرنے کے بعد ہی ان کے علم وتقویٰ کی بنیاد پر ہی ان سے مروی احادیث کو تسلیم کیا ہے۔

مستند دلائل کے ساتھ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ احادیث کے الفاظ کو روایت کیا گیا ہے یعنی جو الفاظ حضور اکرم ﷺ سے سنے گئے ہیں ان کو کسی تبدیلی کے بغیر بعینہ نقل کیا گیا ہے۔ ہاں اگر کسی راوی نے مثلاً سو احادیث (تقریباً ہزار الفاظ) مکمل اہتمام کے ساتھ دوسرے لوگوں کو روایت کیں، اگر چند مترادف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو اسے روایت الحدیث بالمعنی نہیں بلکہ روایت الحدیث باللفظ ہی کہا جائے گا اور وہ راوی عربی زبان سے معرفت کے ساتھ علوم قرآن وحدیث سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا منشا بھی سمجھتا ہے۔

ادیب عرب محمد ﷺ نے صحابۂ کرام اور امت مسلمہ کو خصوصی تعلیمات بھی دیں کہ احادیث کے الفاظ کو کسی تبدیلی کے بغیر بعینہ روایت کیا جائے، نہ صرف آپ ﷺ نے ترغیب دی بلکہ الفاظ کی معمولی تبدیلی کی صورت میں اصلاح بھی فرمائی، حالانکہ معنی ومفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا تھا۔ صحابۂ کرام نے بھی حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کی اور انہوں نے قیامت تک آنے والے انس وجن کے پیغمبر کے اقوال کو پوری احتیاط کے ساتھ کسی تبدیلی کے بغیر امت مسلمہ تک پہنچایا۔

محدثین وعلماء کرام کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ روایت الحدیث بالمعنی جائز ہی نہیں ہے اور جن علماء ومحدثین نے روایت الحدیث بالمعنی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس کے لئے متعدد

شرائط ضروری قرار دئے ہیں، ان میں سے اہم شرط یہ ہے کہ راوی اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ عربی زبان پر عبور رکھتا ہو یعنی حدیث کے الفاظ و معانی سے بخوبی واقف ہو۔ غرضیکہ باتفاق محدثین روایت الحدیث باللفظ ہی اصل ہے کیونکہ ادیب عرب محمد ﷺ نے امت مسلمہ کو اسی کی تعلیمات دی ہیں، چند دلائل پیش خدمت ہے:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثاً فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ** (ترمذی۔ کتاب العلم۔ باب ما جاء فی الحثّ علی تبلیغ السماع) اللہ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا کیونکہ کبھی کبھار فقہ لئے پھرنے والے ایسے شخص تک لے جاتے ہیں (یعنی پڑھاتے، سناتے اور پہنچاتے ہیں) جو اس اٹھانے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے اور بعض فقہ (کے مسائل و الفاظ) کے یاد کرنے والے فقیہ نہیں ہوتے ہیں۔

ترمذی ہی کی دوسری حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: **نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلِّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ** اللہ ترو تازہ رکھے اس کو جو ہم سے کوئی چیز سنے، پھر اسے اسی طرح آگے پہنچائے (دوسروں تک) جیسی اس نے سنی ہو کہ بعض پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ یاد کرنے والے ہوتے ہیں (یعنی مطلب کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں)۔

(**فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ**) سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت الحدیث بالمعنی کی ممانعت پر استدلال کیا ہے، جس پر کلام کیا جاسکتا ہے مگر حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے اتنا

ضرور معلوم ہوا کہ حدیث کے صرف مفہوم کو روایت کرنے سے بچنا چاہئے بلکہ حدیث کے الفاظ کو بعینہ نقل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ** جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب اثم من کذب علی النبی) حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے سخت وعید سنائی ہے جو حضور اکرم ﷺ کی طرف اس بات کو منسوب کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اگر کوئی راوی جانتا ہے کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کلام میں استعمال نہیں کئے، پھر بھی جان بوجھ کر اس کو حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرے تو وہ بھی کسی حد تک اس وعید کے ضمن میں آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان تواتر کے ساتھ متعدد راویوں سے مروی ہے اور حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے۔ اس سخت وعید کی موجودگی میں صحابۂ کرام یا تابعین عظام کیسے روایت الحدیث بالمعنی کو اصل بنا سکتے ہیں۔

روایت الحدیث باللفظ کے اصل ہونے کے لئے قوی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب (صحیح بخاری۔ کتاب الوضو۔ باب فضل من بات علی الوضوء) میں ذکر فرمائی ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر لیٹنے آؤ، اسی طرح وضو کرو جیسے نماز کے لئے کرتے ہو، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یوں کہو: (**اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيَ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيَ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَآ مِنْكَ اِلَّآ اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْٓ اَنْزَلْتَ**

وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ) ۔اگر کوئی شخص یہ دعا پڑھنے کے بعد اسی رات انتقال کر جائے تو فطرت (یعنی دین) پر انتقال کرے گا اور اس دعا کو سب سے آخر میں پڑھو۔۔۔حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس دعا کو دوبارہ پڑھا۔ جب میں اَللّٰھُمَّ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ پر پہنچا، تو میں نے وَبِرَسُوْلِکَ کا لفظ کہا۔آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں بلکہ یوں کہو وَبِنَبِیِّکَ غرضیکہ حضور اکرم ﷺ نے نبی کی جگہ رسول کے لفظ کی تبدیلی کی اجازت نہیں دی۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے روایت الحدیث باللفظ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی تعلیمات دی ہیں یعنی ایک ہی مفہوم کے لفظ کو تبدیل کرنے کی آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ چنانچہ صحابۂ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے اس اہتمام کا پوری توجہ وعنایت کے ساتھ خیال رکھا۔صحابۂ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے اقوال کو محفوظ کر کے اس بات کا اہتمام کیا کہ کوئی راوی حضور اکرم ﷺ کے قول کا کوئی لفظ بھی نہ بدل دے خواہ مترادف لفظ ہی کیوں نہ ہو۔صحابۂ کرام کے بعد تابعین نے بھی اسی منہج کو اختیار کر کے آئندہ نسلوں کے لئے اسوہ بنایا۔غرضیکہ صحابۂ کرام نے پوری کوشش کی کہ حضور اکرم ﷺ کے قول کو اسی طرح نقل کیا جائے جس طرح حضور اکرم ﷺ سے سماعت فرمایا گیا حتی کہ بعض صحابۂ کرام ایک لفظ کو دوسرے لفظ کی جگہ یا ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے مقدم یا مؤخر کرنا تو درکنار ایک حرف بدلنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: مَنْ سَمِعَ حَدِیْثاً فَحَدَّثَ بِہِ کَمَا سَمِعَ فَقَدْ سَلِمَ جس شخص نے حدیث سن کر بعینہ نقل کر دی تو وہ سالم ہو گیا۔ (المحدث الفاضل بین الراوی

والواعی للرامھزمی)

صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی روایت الحدیث باللفظ کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں سے بھی اس کا اہتمام کرواتے تھے کہ کسی حذف واضافہ یا تقدیم وتاخیر کے بغیر لفظ بلفظ حدیث نقل کی جائے۔ مشہور ومعروف حدیث (بُـنِـیَ الْاِسْلَامُ عَـلَـی خَـمْـسٍ) جب روایت کی گئی تو ایک راوی نے وہ حدیث سن کر بیان کی اور حج کو رمضان کے روزے سے پہلے ذکر کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فوراً اس کی اصلاح فرمائی کہ اس طرح کہو کہ رمضان کا روزہ اور حج کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایسے ہی سنا ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب قول النبی ﷺ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لفظ کی تقدیم وتاخیر کی بھی اجازت نہیں دی اور وجہ بیان کی کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

مشہور تابعی حضرت عروۃ بن زبیرؒ (۲۳ھ۔۹۴ھ) نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حکم پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو مرتبہ ایک سال کے فرق پر علم کی اہمیت پر ایک حدیث سماعت فرمائی اور دونوں مرتبہ ایک ہی الفاظ سے روایت کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: میں ان کو سچا جانتی ہوں اور انہوں نے اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہیں کی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب العلم۔ باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل والفتن فی آخر الزمان) غرضیکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت الحدیث باللفظ کا اہتمام فرمایا۔

بعض مرتبہ حضور اکرم ﷺ مخاطبین سے انہیں کے لب ولہجہ میں گفتگو فرماتے تھے، چنانچہ

ایک مرتبہ یمن کے افراد سے مخاطب ہوکرارشادفرمایا: لَیْسَ مِنْ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ (طبرانی وبیہقی)حضوراکرم ﷺ کااصل ارشادیہ تھا: لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ لیکن یمنی لوگ لام کومیم سے بدل دیتے ہیں جیسے(مَرَرْنَا بِامْقَوْمِ ای بِالْقَوْمِ) ۔غرضیکہ صحابہ وتابعین نے حضوراکرم ﷺ کے اقوال کے الفاظ کوبعینہ نقل کرنے کااہتمام کیاجواس بات کی واضح علامت ہے کہ روایت الحدیث باللفظ ہی اصل ہے۔

بعض مرتبہ راوی کوجب کسی لفظ پرشک ہوجاتایادوالفاظ کی ترتیب کوبھول جاتایعنی حدیث میں توکسی طرح کاکوئی شک وشبہ نہیں ہے مگرکسی معین لفظ کے متعلق یادوالفاظ کی تقدیم وتاخیرکوبھول گیاتوراوی حدیث ذکرکرتے وقت کہتا:(کذا و کذا)۔اگرروایت الحدیث بالمعنی اصل ہوتی توپھرراوی کواس طرح کہنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

صحابۂ کرام نے حضوراکرم ﷺ کے اقوال کوامت مسلمہ تک پہنچانے کے لئے حضور اکرم ﷺ کے الفاظ یادکرنے کواپنامعمول بھی بنایاجیساکہ صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات کوتین حصوں میں تقسیم کرتاتھا،ایک تہائی رات نماز پڑھنے میں،ایک تہائی رات سونے میں اورایک تہائی رات حضوراکرم ﷺ کی احادیث کو یادکرنے میں۔(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۔علامہ خطیب بغدادیؒ) حضور اکرم ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اشتیاق یاحرصِ حدیث سے پوری طرح آگاہ تھے،چنانچہ جب ایک موقع پرانہوں نے آپ ﷺ سے پوچھاکہ یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے کون کون خوش بخت سعادت اندوزہوں گے،توآپ ﷺ نے فرمایااے ابوہریرہ! جب سے میں نے تمہاری حرصِ حدیث کااندازہ کیاہے تومجھے یقین

ہوا کہ تمہارے سوا کوئی دوسرا شخص اس بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دل وجان سے صرف اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا وہ قیامت کے دن میری شفاعت سے سعادت اندوز ہوگا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب الحرص علی الحدیث)

صحابۂ کرام صرف انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ آپس میں احادیث کو یاد کرنے کے لئے مذاکرہ بھی فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: تذاکروا الحدیث، فانکم الا تفعلوا یندرس (مستدرک علی صحیحین۔ کتاب العلم۔ فضیلۃ مذاکرۃ الحدیث)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے اقوال کو اپنے سینے میں محفوظ فرما کر کل قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی پہلی اور بنیادی تفسیر کو انتہائی مستند وقابل اعتماد وسائل سے امت مسلمہ کو پہنچادیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے اقوال محفوظ نہ رہتے تو قرآن کریم کا سمجھنا ناممکن تھا کیونکہ قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد قرآن کریم کے احکام ومسائل کو بیان کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال یعنی احادیث نبویہ سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کی ہے۔ قرآن کریم کی سینکڑوں

آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ رسول کی اطاعت احادیث نبویہ پر عمل کرنا ہی تو ہے۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ احادیث نبویہ کو یاد کر کے محفوظ کرنے میں اس ذاکرہ کو بھی کافی دخل ہے جو اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے صحابۂ کرام اور تابعین کو عطا فرمائی تھی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے حافظہ کے لئے مشہور تھے کہ وہ ایک مرتبہ میں حدیث یاد کر لیتے تھے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ۸۰ اشعار پر مشتمل عمر بن ابی ربیعہ کا قصیدہ ایک مرتبہ سن کر یاد کر لیا تھا۔ صحابی رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا نازل شدہ مکمل حصہ بلوغ سے قبل ہی حفظ کر لیا تھا اور یہودی کی زبان صرف ۱۷ دن میں سیکھ لی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذکاوت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ تابعین میں سے حضرت نافعؒ ایک بار کسی بات کو یاد کر لیتے تو کبھی نہ بھولتے۔ حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ کی ذہانت کو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔

احادیث نبویہ کی حفاظت کے لئے تقریباً وہی طریقے اختیار کئے گئے ہیں جو قرآن کریم کی حفاظت کے لئے یعنی حفظ، کتابت اور عمل، اور ان ہی واسطوں کے ذریعہ احادیث نبویہ کی حفاظت ہوئی ہے جن واسطوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ہے۔ ہاں قرآن کریم کی حفاظت کے انتظامات احادیث نبویہ کی حفاظت کے مقابلہ میں زیادہ قوی و مستند ہیں کیونکہ قرآن کریم کی ایک ایک آیت تواتر کے ساتھ یعنی امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد نے نقل کی ہے اور قرآن کریم کی کتابت آپ ﷺ اپنی نگرانی میں خود کرواتے تھے، اگرچہ حضور اکرم ﷺ کی وفات تک مکمل قرآن کریم ایک مصحف یا ایک جگہ میں لکھا ہوا

موجود نہیں تھا بلکہ مختلف چیزوں پر لکھا ہوا قرآن کریم صحابۂ کرام کے پاس موجود تھا۔ غرضیکہ قرآن کریم کی سب سے پہلی اور اہم حفاظت اس طرح ہوئی کہ صحابۂ کرام نے اس کو حفظ کرکے اپنے دلوں میں محفوظ کرلیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی خوبی بھی تھی کہ آپ ﷺ بہت ہی اچھے انداز میں مخاطب سے گفتگو فرماتے تھے کہ مخاطب کے دل میں بات بہت جلد پیوست ہوجاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے کلام کا ایک ایک لفظ موتی کی طرح واضح ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ مخاطب اس کو کبھی بھول ہی نہیں سکتا تھا۔ نیز آپ ﷺ اپنی بات کو بعض مرتبہ تین تین دفعہ دہراتے تاکہ صحابۂ کرام کو اچھی طرح یاد بھی ہوجائے۔

صحابۂ کرام نے صرف یاد کرکے ہی حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو محفوظ نہیں کیا بلکہ صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے احادیث نبویہ کے لکھنے کا بھی اہتمام فرمایا۔ متعدد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارک ہی میں احادیث نبویہ لکھی جانے لگی تھیں، چند واقعات پیش ہیں:

ایک انصاری صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں، وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن بھول جاتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو یعنی لکھ لیا کرو، اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔ (ترمذی) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔ (دارقطنی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں آپ ﷺ کی حدیثیں مجھ سے زیادہ کسی کے

پاس نہیں سوائے حضرت عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں (اُس وقت) نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب کتابۃ العلم) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی احادیث روایت کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اپنے قلب کے علاوہ اپنے ہاتھ کی کتابت سے مدد لوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری حدیث ہو، پھر اپنے قلب کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لو۔ (سنن دارمی)

غرضیکہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں صرف یاد کرکے ہی احادیث نبویہ کو محفوظ نہیں کیا گیا بلکہ لکھ کر بھی احادیث نبویہ کو محفوظ کیا گیا اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات میں صحابۂ کرام اور صحابۂ کرام کی حیات میں تابعین عظام جب احادیث لکھنے کا اہتمام کررہے تھے تو وہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال کے الفاظ ہی لکھ رہے تھے نہ کہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال کے مفہوم کو۔ صبح اٹھنے سے لے کر رات کے سونے تک کی بے شمار چھوٹی بڑی دعاؤں کے الفاظ، حضور اکرم ﷺ کے خطبوں کے الفاظ، حضور اکرم ﷺ کے دیگر حکمرانوں کو ارسال کئے گئے خطوط، معاہدے اور صلح نامے صحابہ اور تابعین کے لکھنے اور یاد کرنے سے ہی تو آج تک محفوظ ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱ھ۔۱۰۱ھ) کے عہد خلافت (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں محدثین وعلماء کی ایک جماعت کی سرپرستی میں تدوین حدیث کا ایک اہم مرحلہ مکمل ہوگیا تھا۔ آخری صحابی رسول حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ الکنانیؓ کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا ہے، غرضیکہ تدوین حدیث کا ایک اہم مرحلہ بعض صحابۂ کرام کے بقید حیات رہتے ہوئے انجام پایا۔

آخری صحابی رسول کی وفات کے وقت ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عمر ۳۰ سال تھی۔

غرضیکہ مستند دلائل کے ساتھ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ روایت الحدیث باللفظ ہی اصل ہے یعنی احادیث قولیہ میں الفاظ صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کے ہیں جن کو صحابۂ کرام نے یاد کر کے یا ان کو لکھ کر کل قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

روایت الحدیث بالمعنی کے متعلق علماء ومحدثین کی آراء مختلف ہیں۔

۱) روایت الحدیث بالمعنی جائز ہی نہیں ہے یعنی راوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ لفظ بلفظ حدیث نقل کرے۔

۲) روایت الحدیث بالمعنی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

ا) راوی اسلامی تعلیمات کا پابند ہو، جھوٹ کبھی نہیں بولتا ہو اور بات کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔

ب) راوی عربی زبان کے قواعد سے اچھی طرح واقف ہونے کے ساتھ، عربی زبان کے گفتگو کے انداز بیان سے واقف ہو۔

ج) الفاظ کے معانی کو مکمل طور پر سمجھتا ہو کہ کس جگہ پر لفظ کے کیا معنی ہوں گے۔

د) دعا اور نماز وغیرہ میں جو پڑھا جاتا ہے وہ اس میں بیان نہ کیا گیا ہو، کیونکہ دعا اور نماز وغیرہ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس میں روایت الحدیث بالمعنی باتفاق محدثین جائز ہی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام: روایت الحدیث باللفظ ہی اصل ہے۔ ان احادیث قولیہ میں روایت

الحدیث بالمعنی جمہور محدثین وعلماء کے نزدیک جائز ہی نہیں ہے جن میں حضور اکرم ﷺ کے مختصر وجامع اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔ ان احادیث قولیہ کے متعلق جس میں حضور اکرم ﷺ کے طویل اقوال کو بیان کیا گیا ہے، صحابۂ کرام اور تابعین نے اس بات کا اہتمام رکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے الفاظ کسی تبدیلی کے بغیر نقل کئے جائیں، ہاں اللہ تعالیٰ کے خوف اور عربی زبان سے معرفت کے ساتھ چند الفاظ کے مترادفات کے استعمال سے روایت الحدیث باللفظ ہی کہی جائے گی۔ رہی بات احادیث فعلیہ کی جن میں صحابۂ کرام اور تابعین نے حضور اکرم ﷺ کے عمل کو ذکر فرمایا ہے یا وہ احادیث جن میں حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، تو ظاہر ہے ان میں روایت الحدیث بالمعنی کی مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ گنجائش ہے کیونکہ ان میں صحابی اپنے الفاظ کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے عمل یا اوصاف بیان کرتا ہے۔

لاکھوں صفحات پر مشتمل ذخیرۂ حدیث میں ہزاروں احادیث قولیہ ہیں جو مختلف صحابۂ کرام اور تابعین سے مروی ہیں لیکن ان کے الفاظ بالکل یکساں ہیں یعنی ایک لفظ بھی مختلف نہیں ہے۔ مختلف ملکوں اور شہروں میں رہنے والے علماء کرام اور محدثین عظام نے حضور اکرم ﷺ کے ہزاروں اقوال کو ایک لفظ کی تبدیلی کے بغیر امت مسلمہ تک پہنچایا، ظاہر ہے یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ روایت الحدیث باللفظ ہی اصل ہے۔ اختصار کے مدنظر صرف تین احادیث کی مختصر عبارت ذکر کررہا ہوں جو متعدد واسطوں سے امت مسلمہ کے پاس پہنچی ہیں اور الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام اور تابعین نے حضور اکرم ﷺ کے الفاظ کو بعینہ نقل کرنے کا اہتمام کیا، اگر روایت الحدیث بالمعنی اصل

ہوتی تو تمام راوی ایک ہی الفاظ نقل نہ کرتے، بلکہ ہر راوی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال کرتا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ، اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ

صحیح بخاری وعلماء دیوبند کی خدمات

سب سے قبل صحیح بخاری کے مصنف امام بخاریؒ کی مختصر سوانح حیات پیش ہے۔

نام ونسب:

نام محمد بن اسماعیل اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ازبکستان کے شہر بخارٰی میں پیدائش کی وجہ سے بخارِی کہلائے گئے۔

ولادت اور وفات:

آپ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور تقریباً ۶۲ سال کی عمر میں عید الفطر کی چاند رات کو مغرب وعشاء کے درمیان ۲۵۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور عید الفطر کے دن بعد نمازِ ظہر سمرقند کے قریب خرتنگ نامی جگہ میں دفن کئے گئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ کے بچپن میں ہی والد محترم (اسماعیلؒ) کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ کی تعلیم وتربیت ماں کی گود میں ہوئی۔صرف ۱۶ سال کی عمر میں احادیث کی بیشتر کتابیں پڑھ کر آپ نے تقریباً ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد کر لی تھیں۔

آپ کی بینائی بچپن میں ہی چلی گئی تھی، ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اے عورت! اللہ تعالیٰ نے تیری دعا کی برکت سے تیرے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے، چنانچہ صبح ہوئی تو امام بخاریؒ بالکل بینا تھے۔

آپ کے والد محترم نے وفات کے وقت فرمایا تھا کہ میرے تمام مال میں نہ کوئی درہم حرام کا ہے اور نہ مشتبہ کمائی کا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش بالکل حلال رزق سے ہوئی

تھی اور آخری عمر تک امام بخاریؒ بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلے، غرض آپ نے کبھی لقمہ حرام نہیں کھایا۔

علم حدیث کی تحصیل:

ابتدا میں اپنے ہی علاقے کے بیشتر شیوخ سے احادیث پڑھیں۔ والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ گئے، والدہ اور بھائی تو اپنے وطن واپس آگئے مگر آپ حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شیوخ سے احادیث سنتے رہے۔ اس کے بعد حدیث کے حصول کے لئے متعدد سفر کر کے مصر، شام، عراق و دیگر مما لک کے شیوخ سے آپ نے احادیث پڑھیں۔ اس طرح آپ کم عمری ہی میں حدیث کے امام بن کر سامنے آئے۔

قوت حافظہ:

اللہ تعالیٰ نے امام بخاریؒ کو خصوصی قوت حافظہ عطا فرمائی تھی چنانچہ وہ ایک بات سننے کے بعد ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ آپ کے استاذ امام محمد بن بشارؒ فرماتے تھے کہ اس وقت دنیا میں خصوصی حافظہ رکھنے والے چار شخص ہیں: امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوزرعہ رازیؒ اور امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن سمرقندیؒ۔ شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ان چاروں میں امام بخاریؒ کو خاص فضیلت اور ترجیح حاصل تھی۔

امام بخاریؒ کے اساتذۂ کرام:

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اساتذہ کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ خود امام بخاریؒ کا اپنا بیان ہے کہ "میں نے اسی ہزار حضرات سے روایت کی ہے

جو سب بلند پایہ اصحاب حدیث میں شمار ہوتے تھے"۔

امام بخاریؒ کے تلامذہ :

آپ کے تلامذہ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ فربریؒ فرماتے ہیں کہ جب میں امام بخاریؒ کی شہرت سن کر آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے آپ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت تک تقریباً نوے ہزار آدمی آپ کے شاگرد ہو چکے تھے۔ نامور شاگردوں میں امام ترمذیؒ اور علامہ دارمیؒ بھی شامل ہیں۔

تالیفات امام بخاریؒ:

امام بخاریؒ کی تصانیف میں آٹھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

الادب المفرد، التاریخ الصغیر۔الاوسط، التاریخ الکبیر، الضعفاء الصغیر، قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ، خلق افعال العباد، القراءۃ خلف الامام، اور سب سے مایۂ ناز کتاب صحیح بخاری۔

صحیح بخاری کا مکمل نام: صحیح بخاری کا مکمل نام یہ ہے:

اَلْجَامِعُ الْمُسْنَدُ الصَّحِيْحُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُورِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَسُنَنِهٖ وَاَيَّامِهٖ۔

بعض حضرات نے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اِس کا نام اس طرح تحریر کیا ہے۔

اَلْجَامِعُ الصَّحِيْحُ الْمُسْنَدُ مِنْ حَدِيْثِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَسَلَّم وَسُنَنِهٖ وَاَيَّامِهٖ۔

صحیح بخاری کے لکھنے کی وجہ:

امام بخاریؒ نے حجاز کے تیسرے سفر میں مسجد نبوی سے متصل ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک بہت ہی خوبصورت پنکھا ہے اور میں اس کو نہایت اطمینان سے جھل رہا ہوں۔صبح کو نماز سے فارغ ہوکر امام بخاریؒ نے علماء کرام سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت فرمائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ صحیح حدیثوں کو ضعیف و موضوع حدیثوں سے علیحدہ کریں گے۔اس تعبیر نے امام بخاریؒ کے دل میں صحیح احادیث پر مشتمل ایک کتاب کی تالیف کا احساس پیدا کیا۔اس کے علاوہ اس ارادہ کو مزید تقویت اس بات سے پہونچی کہ آپ کے استاذ شیخ اسحاق بن راہویہؒ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ایسی کتاب تالیف فرماتے جو صحیح احادیث کی جامع ہوتی۔خواب کی تعبیر اور استاذ کے ارشاد کے بعد امام بخاریؒ صحیح بخاری لکھنے میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔صحیح بخاری تحریر کئے جانے تک حدیث کی تقریباً تمام ہی کتابوں میں صحیح ،حسن اور ضعیف تمام قسم کی احادیث جمع کی جاتی تھیں۔نیز صحیح بخاری تحریر کئے جانے تک علم حدیث کی بظاہر تدوین بھی نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے اصول بھی عام طور پر سامنے نہیں آئے تھے جو صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز پیدا کرتے۔صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد بھی حدیث کی اکثر کتابیں صحیح ،حسن اور ضعیف پر مشتمل ہیں۔

صحیح بخاری کے لکھنے میں وقت:

امام بخاریؒ نے سب سے پہلے تقریباً ٦ لاکھ احادیث کے مسودات ترتیب دئے۔اس میں کئی سال لگ گئے۔اس سے فارغ ہوکر آپ نے احادیث کی جانچ شروع کی اور اس اہم

ذخیرے سے ایک ایک گوہر چن کر صحیح بخاری میں جمع کرنا شروع کردیا۔آپ خود فرماتے ہیں کہ ہر حدیث کو صحیح بخاری میں لکھنے سے قبل غسل فرما کر دو رکعت نفل ادا کرتا ہوں۔آپ کو جب کسی حدیث کی سند میں اطمینان نہیں ہوتا تو آپ مسجد حرام یا مسجد نبوی میں بہ نیت استخارہ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر قلبی اطمینان کے بعد ہی اس حدیث کو اپنی کتاب میں تحریر فرماتے۔غرض انہوں نے ۱۶ سال دن و رات جدوجہد کرکے یہ کتاب تحریر فرمائی۔

صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد :

صحیح بخاری میں سات ہزار سے کچھ زیادہ احادیث ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں، البتہ بعض محدثین نے ۷ یا ۸ احادیث کی سند پر کلام کیا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ تمام احادیث صحیح ہیں۔متعدد احادیث مختلف ابواب میں بار بار مذکور ہوئی ہیں، مثلاً حدیث (**اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ**) مختلف ابواب کے تحت متعدد مرتبہ مذکور ہوئی ہے۔تقریباً تین ہزار احادیث اس کتاب میں غیر مکررہ ہیں۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام ہی صحیح احادیث اس کتاب میں جمع ہوگئی ہیں بلکہ صحیح احادیث کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسی ہے جو امام بخاریؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔

معلقات صحیح بخاری:

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں بعض احادیث سند کے بغیر یا ابتدائی سند میں سے کسی ایک یا چند راوی کو ذکر کئے بغیر تحریر فرمائی ہیں ان کو معلقات بخاری کہا جاتا ہے۔سب سے پہلے امام ابوالحسن دارقطنیؒ (متوفی ۳۸۵ھ) نے معلقات کی اصطلاح امت کے سامنے پیش کی۔

امام بخاریؒ نے بعض معلقات کو صیغہ الجزم (یقین کے صیغہ) کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے، جبکہ بعض معلقات صیغہ التمریض (شک کے صیغہ) کے ساتھ ذکر کی ہیں جن پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے یہ معلقات عموماً ۲ وجہوں میں کسی ایک وجہ سے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی ہیں: ۱) وہ حدیث اُن شرائط پر نہ اترتی ہو جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے لئے طے کی تھیں مگر کسی خاص فائدہ کے مدنظر وہ حدیث معلق ذکر کردی۔ ۲) صرف اختصار کی وجہ سے سند کے بغیر یا ابتدائی سند میں سے کسی ایک یا چند راوی کو ذکر کئے بغیر تحریر فرمادی۔

معلقات صحیح بخاری کی تعداد:

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تحریر کیا ہے کہ بخاری میں معلقات کی تعداد ۱۳۴۱ ہے جن میں سے اکثر متعدد مرتبہ ذکر کی گئی ہیں، بعض محدثین نے اس سے بھی زیادہ تعداد ذکر کی ہے۔ البتہ صحیح مسلم میں معلقات بہت کم ہیں۔ اسی وجہ سے بعض محدثین نے مسلم کو بخاری پر فوقیت دی ہے۔

ترجمة الابواب:

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو مختلف ابواب (Chapters) میں مرتب کیا ہے اور ہر باب کے تحت متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہر باب کے تحت مذکورہ احادیث کی باب سے مناسبت عموماً مشکل سے سمجھ میں آتی ہے جس پر محدثین وعلماء بحث کرتے ہیں جو ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کرگئی ہے جس کو ترجمة الابواب کہا جاتا ہے۔

کتاب کی علمی حیثیت:

امام بخاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف احادیث صحیحہ پر اکتفا فرما کر صحیح بخاری تحریر فرمائی۔ اس سے قبل جو کتابیں تحریر کی گئیں وہ صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ جملہ احادیث پر مشتمل ہوا کرتی تھیں۔ امام بخاریؒ کے بعد بعض محدثین مثلاً امام مسلمؒ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا مگر جمہور علماء امت نے صحیح بخاری کو دیگر تمام احادیث کی کتابوں پر فوقیت دی ہے۔ صحیح بخاریؒ کے بعد بھی تحریر کردہ زیادہ تر احادیث کی مشہور ومعروف کتابیں (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود وغیرہ) حدیث کی تمام ہی اقسام (صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ) پر مشتمل ہیں۔

ثلاثیاتِ امام بخاریؒ:

صحیح بخاری میں ۲۲ حدیثیں ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کے معنی صرف تین واسطوں (مثلاً صحابی، تابعی اور تبع تابعی) سے محدث حدیث ذکر کرے۔ "ثلاثی" حدیث کی سند میں راویوں کی تعداد کے اعتبار سے اعلیٰ سند ہوتی ہے، یعنی تین واسطوں سے کم کوئی بھی حدیث کتب حدیث میں موجود نہیں ہے۔ ان ۲۲ احادیثِ ثلاثیات میں سے ۲۰ حدیثیں امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد شیخ المکی بن ابراہیمؒ سے ۱۱، امام ابوعاصمؒ سے ۶ اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام زفرؒ کے شاگرد امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ سے ۳ روایات اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ (۱۹۴ھ۔۲۵۶ھ) امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ) کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

صحیح بخاری کی شروح:

محدثین وعلماء نے صحیح بخاری کی متعدد شروح تحریر فرمائی ہیں، جن میں احادیث کی وضاحت

کے ساتھ ترجمۃ الابواب اور راویوں پر تفصیلی بحث فرمائی ہیں نیز احکام مستنبط کئے ہیں لیکن ان تمام شروح میں علامۃ ابن حجر العسقلانی الشافعی ؒ (متوفی ۸۵۲ھ) کی فتح الباری بشرح صحیح البخاری سب سے زیادہ مشہور ہے جسکی ۱۴ جلدیں ہیں۔

صحیح بخاری وعلماء دیوبند کی خدمات:

درس حدیث کو غور وفکر اور تدبر و معانی سے پڑھنے پڑھانے کا جو پودا برصغیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لگایا تھا، علماء دیوبند نے اس کی بھرپور آبیاری کر کے اسے تناور درخت بنادیا۔ چنانچہ برصغیر کے چپہ چپہ سے طالبان علوم حدیث کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر امڈ پڑا اور صرف ۱۵۰ سال کی تاریخ میں دارالعلوم دیوبند اور اس طرز پر قائم ہزاروں مدارس کے لاکھوں فضلاء علوم حدیث پڑھ کر دنیا کے چپہ چپہ میں علوم نبوت کی اشاعت میں مشغول ہوگئے۔ علماء دیوبند کی حدیث کی نمایاں خدمات کا اعتراف عرب علماء نے بھی کیا ہے چنانچہ کویت کے ایک وزیر "یوسف سید ہاشم الرفاعی" نے تحریر کیا ہے کہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ جیسے معیار کے علماء دارالعلوم دیوبند میں موجود ہیں۔

برصغیر کے علماء خاص طور پر علماء دیوبند نے صحیح بخاری کی متعدد شروح تحریر فرمائی ہیں، جن میں سے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی شرح فیض الباری علی صحیح البخاری کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

علماء دیوبند کی تحریر کردہ صحیح بخاری کی بعض اہم شروح:

فیض الباری علی صحیح البخاری : یہ محدث کبیر شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا درس

بخاری ہے جس کو ان کے شاگرد رشید شیخ بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔سب سے پہلے یہ شرح مصر سے شائع ہوئی،اس کے بعد سے دنیا کے بے شمار ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے،چنانچہ آج عرب وعجم میں اس شرح کو صحیح بخاری کی اہم شروح میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کی چار ضخیم جلدیں ہیں،بعض ناشرین نے چھ جلدوں میں شائع کیا ہے۔عرب وعجم میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا شمار مستند ومعتبر محدثین میں کیا جاتا ہے۔مشرق ومغرب کے تمام علمی حلقوں نے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔

تعلیقات جامعة علی صحیح البخاری (عربی): شیخ الحدیث احمد علی سہارن پوریؒ نے بخاری کے ۲۵ اجزاء پر تعلیقات کی، باقی پانچ حصوں پر ان کے شاگرد شیخ محمد قاسم نانوتویؒ نے تعلیق کی۔

الابواب والتراجم للبخاری : اس کتاب میں بخاری شریف کے ابواب کی وضاحت کی گئی ہے۔صحیح بخاری میں احادیث کے مجموعہ کے عنوان پر بحث ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے جسے ترجمۃ الابواب کہتے ہیں۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے علماء کے ذریعہ بخاری کے ابواب کے بارے میں کی گئی وضاحتیں ذکر کرنے کے بعد اپنی تحقیقی رائے پیش کی ہے۔یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۶ جلدیں ہیں۔

لامع الدراری علی جامع صحیح البخاری : یہ مجموعہ دراصل شیخ رشید احمد گنگوہیؒ کا درسِ بخاری ہے جو شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ کے والد شیخ محمد یحییٰؒ نے اردو زبان میں قلم بند کیا

تھا۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا اور کچھ حذف واضافات کر کے کتاب کی تعلیق اور حواشی خود تحریر فرمائے۔اس طرح شیخ الحدیثؒ کی ۱۲ سال کی انتہائی کوشش اور محنت کی وجہ سے یہ عظیم کتاب منظر عام پر آئی۔اس کتاب پر شیخ الحدیثؒ کا مقدمہ بے شمار خوبیوں کا حامل ہے۔یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۱۰ جلدیں ہیں

انوار الباری فی شرح صحیح البخاری: یہ محدث کبیر شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا درس بخاری ہے جس کو شیخ احمد رضا بجنوریؒ نے اردو زبان میں مرتب کیا ہے۔

ایضاح البخاری: یہ شیخ فخر الدین احمد مرادآبادیؒ کا درس بخاری ہے جو شیخ ریاست علی بجنوری صاحب نے اردو زبان میں مرتب کیا ہے،اس کی چار ضخیم جلدیں ہیں۔

شرح تراجم البخاری: شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ۔

شرح تراجم البخاری: شیخ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔

التقریر علی صحیح البخاری: شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ،شیخ محمد یونس۔

ارشاد القاری الی صحیح البخاری: شیخ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ۔

تلخیص البخاری شرح صحیح البخاری: شیخ شمس الضحیٰ مظاہریؒ۔

تحفۃ القاری فی حل مشکلات البخاری: شیخ محمد ادریس کاندھلویؒ۔

امداد الباری فی شرح البخاری: شیخ عبدالجبار اعظمیؒ۔

جامع الدراری فی شرح البخاری: شیخ عبدالجبار اعظمیؒ۔

التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات: شیخ عبدالجبار اعظمیؒ۔

الخیر الجاری علی صحیح البخاری: شیخ خیر محمد مظفرگڑھیؒ۔

النور الساری علی صحیح البخاری: شیخ خیر محمد مظفر گڑھیؒ۔

احسان الباری لفهم البخاری: شیخ محمد سرفراز خان صفدرؒ۔

جواهر البخاری علی اطراف البخاری: شیخ قاضی زاہد حسینیؒ ۔

انعام البخاری فی شرح اشعار البخاری: شیخ عاشق الٰہی بلندشہری ومہاجر مدنیؒ۔

دروس بـــخـــاری: شیخ حسین احمد مدنیؒ کا درس بخاری ہے جس کو شیخ نعمت اللہ اعظمی صاحب مرتب کر رہے ہیں بعض جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ترجمة صحیح بخاری: شیخ شبیر احمد عثمانیؒ ۔

فضل الباری شرح صحیح بخاری : شیخ شبیر احمد عثمانیؒ ۔

النبراس الساری فی اطراف البخاری: یہ شیخ عبدالعزیز گوجرانوالاؒ کی عربی زبان میں بخاری کی شرح ہے جو ۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ان کا حاشیہ "**مقیاس الواری علی النبراس الساری**" بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔

تحقیق وتعلیق لامع الدراری علی جامع البخاری: شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ۔**انعام الباری شرح بخاری:** شیخ محمد امین چاٹگامیؒ۔

نصر الباری شرح البخاری: یہ صحیح بخاری کی شرح ہے جو شیخ عثمان غنیؒ نے تالیف کی ہے جس کی ۱۴ جلدیں ہیں۔

تفهیم البخاری: یہ صحیح بخاری کا اردو ترجمہ ہے جو شیخ ظہور الباری اعظمی قاسمیؒ نے کیا ہے، جسکی عربی متن کے ساتھ ۳ جلدیں ہیں۔

حمد المتعالی علی تراجم صحیح البخاری: یہ شیخ سید بادشاہ گلؒ کی کتاب ہے

جو شیخ حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد ہیں۔

فضل البخاری فی فقه البخاری: یہ شیخ عبدالرؤوف ہزارویؒ کی کتاب ہے جو شیخ محمد انورشاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں۔

تسهیل الباری فی حل صحیح البخاری: شیخ صدیق احمد باندویؒ۔

کشف الباری فی شرح البخاری: شیخ سلیم اللہ خان صاحب۔

شرح البخاری، تجرید البخاری: شیخ محمد حیات سنبھلیؒ۔ یہ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ کے استاذ ہیں۔

انعام الباری، دروس بخاری شریف: یہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ کا درس بخاری ہے جو مولانا مفتی محمد انور حسین صاحب نے اردو زبان میں مرتب کیا ہے، اس کی ۱۶ جلدیں ہیں، جن میں سے سات ضخیم جلدیں شائع ہوچکی ہیں، دیگر جلدیں زیر طبع ہیں۔

تحفة القاری، دروس بخاری شریف: یہ مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری حفظہ اللہ تعالیٰ کا درس بخاری ہے، جس کی کچھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جبکہ باقی جلدوں پر کام جاری ہے۔

مدرسہ شاہی مرادآباد کے استاذ حدیث مولانا مفتی شبیر احمد حفظہ اللہ نے بھی صحیح بخاری میں حدیث نمبر وغیرہ لگا کر اہم خدمات پیش فرمائی ہیں۔

علماء دیوبند کے بعض محدثین کرام کے نام:

۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور کے قیام کے بعد برصغیر میں مدارس اسلامیہ کا ایسا عظیم جال پھیلا دیا گیا کہ اس سے برصغیر میں رہنے والے کروڑوں مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا نہ صرف معقول انتظام ہوا بلکہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ

واساتذہ نے قرآن وحدیث کی ایسی خدمات پیش کیں کہ عرب وعجم میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ چنانچہ مصر سے شائع ہونے والے مشہور علمی رسالہ کے ایڈیٹر ومعروف عالم دین" شیخ سید رشید رضا" لکھتے ہیں: "ہندوستانی علماء کی توجہ اِس زمانہ میں علم الحدیث کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو مشرقی ممالک سے یہ علم ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ مصر،عراق اور حجاز میں یہ علم ضعف کی آخری منزل تک پہنچ گیا تھا"۔

ان مدارس اسلامیہ کے ذریعہ برصغیر میں ایسے باصلاحیت محدثین پیدا ہوئے جنہوں نے زندگی کا وافر حصہ حدیث خاص کر صحیح بخاری وصحیح مسلم کو پڑھنے پڑھانے یا اس کی شرح لکھنے میں صرف کیا۔ ان محدثین میں سے چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں:

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ (جو راقم الحروف کے حقیقی دادا ہیں)، مولانا عبد الجبار اعظمیؒ، مولانا نصیر احمد خانؒ، مولانا عثمان غنیؒ، مولانا خورشید عالمؒ، مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد یونس اعظمی، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا ریاست علی بجنوری اور مولانا سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مدارس اسلامیہ کی حفاظت فرمائے اور ہمیں قرآن وحدیث سمجھ کر پڑھنے والا بنائے، اس پر عمل کرنے والا بنائے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

صحیح مسلم وعلماء دیوبند کی خدمات

سب سے قبل صحیح مسلم کے مصنف (امام مسلم بن الحجاجؒ) کا تعارف پیش ہے۔

نام ونسب:

ابوالحسین کنیت، عساکرالدین لقب اور مسلم ان کا اسم گرامی تھا۔قُشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے۔آپ کے والد حجاج بن مسلمؒ علمی حلقوں میں بہت پابندی سے شریک ہوا کرتے تھے۔

ولادت ووفات:

آپ ۲۰۲ یا ۲۰۴ یا ۲۰۶ ہجری میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ یہ خوبصورت شہر ایران کے مشرق شمال میں ترکمانستان کے قریب واقع ہے۔ نیشاپور میں پیدائش کی مناسبت سے آپ کو نیشاپوری کہا جاتا ہے۔آپ کی وفات ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو نیشاپور میں ہوئی اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔غرض امام مسلمؒ کی عمر صرف ۵۵ یا ۵۷ یا ۵۹ سال رہی۔۔۔امام مسلمؒ کی وفات کا سبب بھی عجیب وغریب واقعہ ہے کہ ایک روز مجلس میں آپ سے کوئی حدیث دریافت کی گئی۔ بروقت آپ اس حدیث کو نہیں پہچان سکے، چنانچہ آپ اُس حدیث کو اپنی کتابوں میں تلاش کرنے میں مصروف ہوگئے۔ کھجوروں کا ایک ٹوکرا اُن کے قریب رکھا تھا اور آپ حدیث کی فکر وجستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے اور کچھ احساس نہیں ہوا، بس یہی زائد کھجوریں کھانا آپ کی موت کا سبب بنا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے والدین کی نگرانی میں بہترین تربیت حاصل کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ابتداءِ عمر سے اخیر سانس تک آپ نے پرہیزگاری اور دینداری کی زندگی بسر کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم نیشاپور میں ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور قوت حافظہ عطا کی تھی۔

علم حدیث کی تحصیل:

آپ نے حدیث کی تلاش میں عراق، حجاز، مصر، شام وغیرہ کے متعدد سفر کئے اور وہاں کے محدثین سے بھی احادیث حاصل کیں۔

امام مسلمؒ کی شخصیت:

امام مسلمؒ کو ہر زمانہ میں علم حدیث کا امام مانا گیا ہے اور ان کا درجہ محدثین میں اس قدر بلند ہے کہ اس درجہ پر امام بخاریؒ کے علاوہ اور کوئی محدث نہیں پہنچ سکا۔

اساتذۂ امام مسلمؒ:

آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ، امام یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوریؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام عبداللہ القعنبیؒ، امام سعید بن منصورؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے صرف ۱۲ سال کی عمر میں امام یحییٰ تمیمیؒ سے حدیث کی سماعت شروع کر دی تھی۔

تلامذۂ امام مسلمؒ:

آپ کے تلامذہ میں سے امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ، امام ابوبکر بن خزیمہؒ اور امام ابوحاتم رازیؒ کے

نام قابل ذکر ہیں۔

تالیفات امام مسلمؒ:

امام مسلمؒ کی بعض اہم کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

كتاب المسند الكبير على الرجال، جامع كبير، كتاب الاسماء والكنىٰ، كتاب العلل، كتاب الوُحدان، كتاب حديث عمرو بن شعيب، كتاب مشايخ مالك، كتاب مشايخ الثورى، كتاب مشايخ شعبة، كتاب ذكر اوهام المحدثين، كتاب التمييز، كتاب الافراد، كتاب الاقران، كتاب المخضرمين، كتاب اولاد الصحابة، كتاب الانتفاع بجلود السباع، كتاب الطبقات، كتاب افراد الشاميين، كتاب رواة الاعتبار اور **صحيح مسلم.**

امام مسلمؒ کی اہم تالیف صحیح مسلم:

مختلف ممالک کے اسفار کے بعد امام مسلمؒ نے چار لاکھ احادیث جمع کیں اور ان میں سے ایک لاکھ مکرر احادیث کو ترک کر کے تین لاکھ احادیث کو پرکھنا شروع فرمایا۔ جو احادیث ہر اعتبار سے مستند ثابت ہوئیں ان کا انتخاب کر کے صحیح مسلم میں جمع کیا۔ پندرہ سال کی جدوجہد اور کاوشوں کے بعد یہ اہم کتاب مکمل ہوئی، اس میں تقریباً سات ہزار احادیث ہیں، جن میں سے متعدد احادیث ایک سے زیادہ مرتبہ ذکر کی گئی ہیں۔ غیر مکرر احادیث کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔

صحیح مسلم کا مکمل نام:

امام مسلمؒ کی اِس اہم کتاب کا نام بہت زیادہ مشہور نہ ہوسکا، پھر بھی محدثین وعلماء نے اس مقبول کتاب کے نام اس طرح تحریر فرمائے ہیں: **الصحیح، المسند الصحیح، الجامع** ۔ البتہ یہ کتاب **صحیح مسلم** کے نام سے عرب وعجم میں زیادہ پہچانی جاتی ہے۔

رباعیات صحیح مسلم:

اعلیٰ سے اعلیٰ صحیح مسلم میں وہ سند ہے جس میں رسول اللہ ﷺ تک چار واسطے ہیں، صحیح مسلم میں اس قسم کی احادیث ۸۰ سے کچھ زیادہ ہیں۔ثلاثیات جس میں رسول اللہ ﷺ تک تین واسطے ہیں صحیح مسلم میں کوئی حدیث نہیں ہے، البتہ صحیح بخاری میں تقریباً (۲۲) احادیث ثلاثیات ہیں جس میں سے امام بخاریؒ نے (۲۰) احادیثِ ثلاثیات امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔

حدیث متفق علیہ : جو حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہو تو اس حدیث کو متفق علیہ کہا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی شروح:

صحیح مسلم کی بکثرت شروح تحریر کی گئی ہیں، جن میں **شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف الشافعی الدمشقی**ؒ (۶۳۱ھ۔۶۷۶ھ) یعنی امام نووی کی شرح (**المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج**) علماء امت میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔اس شرح کی ۱۰ جلدیں ہیں۔

صحیح مسلم وعلماء دیوبند کی خدمات:

برصغیر میں مدارس اسلامیہ کے ذریعہ احادیث کی ایسی عظیم خدمات پیش کی گئی ہیں کہ دنیا کے چپہ چپہ میں ان خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ اور صرف ۱۵۰ سال کی تاریخ میں ان مدارس اسلامیہ سے لاکھوں فضلاء احادیث کی مشہور ومعروف کتابیں پڑھ کر عرب وعجم میں پھیل گئے۔

دارالعلوم دیوبند اور اس طرز پر برصغیر میں قائم ہزارہا مدارس اسلامیہ سے لاکھوں علماء کرام قرآنی تعلیمات سے واقف ہوکر ہر سال صحیح مسلم اور حدیث کی دیگر کتابیں پڑھ کر علوم نبوت کو امت مسلمہ تک پہنچانے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

علماء دیوبند کی تحریر کردہ صحیح مسلم کی بعض شروح :

برصغیر کے علماء خاص طور پر علماء دیوبند نے صحیح مسلم کی متعدد شروح تحریر فرمائی ہیں، جن میں سے شیخ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی شرح مسلم کو عرب وعجم میں بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح امام مسلم: یہ صحیح مسلم کی اہم ومقبول شرح ہے جو عربی زبان میں شیخ شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریر کی ہے، لیکن شرح مکمل ہونے سے قبل ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ اسکی ۶ جلدیں ہیں جو کتاب النکاح تک ہے۔

تكملة فتح الملهم : والد محترم مفتی محمد شفیعؒ کے فرمان پر مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہ نے کتاب الرضاعہ سے آخیر تک ۶ جلدوں میں اس شرح کو عربی زبان میں مکمل کیا۔ شیخ محمد

تقی عثمانی دامت برکاتہ نے ابتدائی ۶ جلدوں پر تعلیقات بھی تحریر فرمائیں، اس طرح مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کاوشوں سے یہ شرح منظر عام پر آئی۔ امت مسلمہ خاصکر عرب علماء میں اس شرح کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ لبنان کے متعدد ناشرین اس شرح کے بے شمار نسخے شائع کر چکے ہیں۔ عصر حاضر کے مشہور و معروف عرب عالم دین ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبیؒ نے اس شرح کی تقریظ تحریر کی ہے۔

الحل المفهم لصحيح مسلم: یہ شیخ رشید احمد گنگوہیؒ کا درس مسلم ہے جو شیخ محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے قلمبند کیا تھا اور شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنی تعلیقات کے ساتھ اس کو شائع کرایا۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔

نعمة المنعم فی شرح المجلد الثانی لمسلم: شیخ نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم کی تالیف ہے جو **کتاب البیوع** سے لے کر **باب استحباب المواساة بفضول الماء** تک ہے جسکی ۳۸۲ صفحات پر مشتمل ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔

صحیح مسلم شریف مترجم عربی اردو: شیخ عابد الرحمٰن کاندھلویؒ نے اردو زبان میں صحیح مسلم کا سلیس ترجمہ کیا ہے۔ شیخ محمد عبداللہؒ فاضل تخصص فی الافتاء دارالعلوم کراچی نے مختصر مفید حواشی تحریر کئے ہیں، جسکی تین جلدیں ہیں۔ امام مسلمؒ کی مختصر سوانح حیات لکھنے میں راقم الحروف نے اس کتاب سے خاص استفادہ کیا ہے۔

مقدمة صحيح مسلم:

صحیح مسلم کا مقدمہ بعض وجوہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مقدمہ میں وجہ تالیف کے علاوہ فن روایت کے بہت سے فوائد جمع کئے گئے ہیں۔ امام مسلمؒ نے یہ مقدمہ تحریر کر کے فن

اصول حدیث کی بنیاد قائم کردی ہے۔اس مقدمہ کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے اس کی مستقل شروح بھی تحریر کی گئی ہیں، علماء دیوبند کی مندرجہ ذیل صحیح مسلم کے مقدمہ کی شروح طلبہ میں کافی مقبول ہیں:

عمدة المفهم فی حل مقدمة مسلم: شیخ عبدالقادر محمد طاہر رحیمیؒ۔

فیض المنعم شرح مقدمة مسلم: شیخ سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم۔

نعمة المنعم شرح مقدمة مسلم: شیخ نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم۔

ایضاح المسلم شرح مقدمة مسلم: شیخ محمد غانم دیوبندی دامت برکاتہم۔

فیض الملهم شرح مقدمة مسلم: شیخ اسلام الحق کوپا گنجیؒ۔

نصرة المنعم شرح مقدمة مسلم: شیخ عثمان غنیؒ۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم کا موازنہ:

حدیث کی متعدد کتابیں تحریر کی گئیں مگر علماء کرام نے چھ کتابوں کو زیادہ مستند ومعتبر قرار دے کر صحاح ستہ (چھ صحیح کتابوں) کا خطاب دیا ہے، یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، اور سنن ابن ماجہ۔ ان کتابوں میں سے صحیح بخاری وصحیح مسلم کو سب سے زیادہ مستند قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں کون سی کتاب زیادہ معتبر اور کس کتاب کا مقام بلند ہے۔ اکثر علماء ومحدثین نے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت وفضیلت دی ہے، البتہ بعض محدثین وعلماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فوقیت دی ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعیؒ نے تحریر کیا ہے کہ ایک جماعت نے میرے سامنے

بخاری و مسلم میں ترجیح وفضیلت کے بارے میں گفتگو کی، جواباً کہہ دیا کہ صحت میں بخاری اور حسن ترتیب میں مسلم قابل ترجیح ہے۔

شیخ ابو عمر بن احمد بن حمدانؒ بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ ابو العباس بن عقدہ سے دریافت کیا کہ بخاری و مسلم میں سے کسے فوقیت حاصل ہے؟ فرمایا دونوں محدث ہیں۔ میں نے پھر دوبارہ دریافت کیا تو فرمایا امام بخاریؒ اکثر اسماء وکنیٰ کے مغالطہ میں آجاتے ہیں مگر امام مسلمؒ اس مغالطہ سے بری ہیں۔ غرضیکہ مسلم کا متون کا حسن سیاق تلخیص طرق اور ضبط انتشار صحیح بخاری پر بھی فائق ہے۔ متون احادیث کو موتیوں کی طرح اس طرح روایت کیا ہے کہ احادیث کے معانی چمکتے چلے جاتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں خصوصیت کے ساتھ فن حدیث کے عجائبات بیان کئے گئے ہیں اور ان میں اخص الخصوص متون کا حسن سیاق ہے اور روایت میں تو آپ کا ورع تام اور احتیاط اس قدر ہے کہ جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں۔ اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب (صحیح مسلم) بے نظیر واقع ہوئی ہے۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی کتاب (صحیح مسلم) میں صرف وہ احادیث بیان کریں گے جسے کم ازکم دو ثقہ تابعین نے دو ثقہ راویوں سے نقل کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین اور تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سلسلہ روایت امام مسلم پر آکر ختم ہو جائے۔

امام مسلمؒ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت کو ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔

امام مسلمؒ نے ہر حدیث کو جو اس کے لئے مناسب مقام تھا وہیں ذکر کیا ہے اور اس کے تمام طریقوں کو اسی مقام پر بیان کردیا ہے اور اس کے مختلف الفاظ کو ایک ہی مقام پر بیان کردیا ہے تاکہ طالب علم کو آسانی ہو، البتہ یہ بات صحیح بخاری میں نہیں ہے۔
صحیح مسلم کی ایک امتیازی صفت یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب میں تعلیقات بہت کم ذکر کی ہیں برخلاف امام بخاریؒ کے کہ ان کی کتاب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इसलामी आइडियोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख़्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारिवारिक मामले क़ुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधिकार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण व्यक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और ज़िक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR